

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَآلِهِ الْغَيْبِ
أَشْهَادًا لِّمَا نُنزِّلُ مِنَ الْكِتَابِ قَدِ اتَّخَذُوا أَلْفًا
بَيْنَهُمْ لُغَةً لِّقَوْلِهِمْ لِمَنْ أَتَاهُ أَلَا نَحْنُ
بِأَعْيُنِنَا قَدْ كَتَبْنَا آيَاتِنَا فِي الْقُرْآنِ لَعَلَّ
هُمْ يَرْجِعُونَ

ایشک جو ایزدیتے ہیں اللہ اور اسکے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں (احزاب)

آدابِ آدنی

پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد

۶۱/۲، ۵-ای، ناظم آباد، کراچی سندھ
اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۸ء

ادارہ مسعودیہ

ناشر

إِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ عَذَابًا أَلِيمًا
 (بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت، دنیا اور آخرت میں) (احزاب: ۵)

آرٹیکل آئی

پروفیسر ڈاکٹر محمد محمود احمد

ایم۔ اے ، پی۔ ایچ۔ ڈی



ادارۃ منوویہ

۵، ۶/۲۔ ای، ناظم آباد، کراچی، اسلامی جمہوریہ پاکستان

حقوق طباعت بحق مصنف محفوظ ہیں

ادب و بے ادبی (نور و نار)	کتاب
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	مؤلف
حاجی محمد الیاس	طابع
ادارۃ مسعودیہ، کراچی	ناشر
شاہکار پریس، کراچی	مطبع
۱۳۱۵ھ / ۱۹۹۱ء	طباعت
گیارہ سو	تعداد
۳۵ روپے	قیمت

ملنے کے پتے

- ۱۔ ادارۃ مسعودیہ، ۲ / ۵۶۔ ای، ناظم آباد، کراچی
- ۲۔ المختار پہلی کیشنز، ۲۵۔ جاپان مینشن، ریگل صدر، کراچی
- ۳۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم۔ اے، جناح روڈ، کراچی
- ۴۔ ضیاء القرآن پہلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
- ۵۔ شبیر برادرزہ، اردو بازار، لاہور
- ۶۔ ادارۃ مسعودیہ، ۱۱۔ ملین روڈ، لاہور

انتساب

توحید کے اُن پرستاروں کے نام

- جنھوں نے محبت کے چراغ روشن کئے۔
- جنھوں نے ادب کا سلیقہ سکھایا۔
- جو رمز شناس ادب تھے۔
- جاوہ ادب سے جن کا نہ خیال بھٹکتا تھا، نہ زبان بہکتی تھی، نہ قدم ڈگمگاتے تھے۔
- جو حریم جاناں میں نیچی نگاہوں سے بیٹھے رہتے تھے۔
- حضورِ باریجن کی آواز بلند نہ ہوتی تھی۔
- جو آتے تھے تو اُس کی اجازت سے، بیٹھتے تھے تو اُس کی اجازت سے، اُٹھتے تھے تو اُس کی اجازت سے۔
- جنھوں نے اپنا جان و مال محبوب کے قدموں پر نچھاور کر دیا تھا۔
- جو ادب کو جانِ ایمان سمجھتے تھے۔
- جو ادب ہی کے لئے جیتے تھے اور ادب ہی کے لئے مرتے تھے۔

مسعود



نعت شریف

آذ

(حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ رُشدِ طریقت مولوی رشید احمد گنگوہی)

اچھا ہوں یا بُرا ہوں، غرض جو کچھ نہیں ہوں، سو ہوں
پر ہوں تمہارا، تم میرے مُختار یا رسول!

جس دن تم عاصیوں کے شفیع ہو گے پیشِ حق
اُس دن نہ بھولنا مجھے زہار یا رسول!

تم نے بھی گر نہ لی خبہ اس حالِ زار کی
اب جائے کہاں، بتاؤ، یہ لاچار یا رسول!

دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپ کا
کیا غم گرچہ ہوں میں، بہت خوار یا رسول!

کیا ڈر ہے اُس کو لشکرِ عصیان و جرم سے
تم سا شفیع ہو، جس کا مددگار، یا رسول!

ہو آستانہ آپ کا، امداد کی جبین
اور اس سے زیادہ کچھ نہیں، درکار، یا رسول!

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی: گلِ زارِ معرفت: مطبوعہ بلالی دُحسانی پریس

سڈھارہ، ضلع انبالہ، (طبعِ تیسری)، ص ۶-۷

فہرس

۷	حرفِ آغاز
۱۵	آدم و ابلیس
۱۹	آداب رسالت
۲۵	توہین رسالت
۲۸	تعارف تقویۃ الایمان
۳۵	عبارات تقویۃ الایمان
۴۵	پہلی عبارت
۴۵	دوسری عبارت
۴۶	تیسری عبارت
۴۶	چوتھی عبارت
۴۹	پانچویں عبارت
۴۱	چھٹی عبارت
۴۳	ساتویں عبارت
۴۶	آٹھویں عبارت

۴۸	نویں عبارت
۴۹	دسویں عبارت
۵۱	گیارہویں عبارت
۵۲	بارہویں عبارت
۵۳	تیرہویں عبارت
۵۹	چودھویں عبارت
۶۲	پندرہویں عبارت
۶۴	سولہویں عبارت
۶۶	تاثرات و تمیزات



حرفِ آغاز

عقیدہ توحید بڑی قوت ہے۔۔۔ بڑی زبردست قوت۔۔۔ اس کا پرستار کبھی رسوا ہونہیں سکتا۔۔۔ مگر عقیدہ توحید وہ نہیں جو ابلیس نے پیش کیا کہ انبیاء و اولیاء سے پیٹھ پھیر کر بس اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیے۔۔۔ وہ عقیدہ توحید جو قرآن نے پیش کیا کہ دل میں انبیاء و اولیاء کی محبتیں اور عظمتیں لیتے اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیے۔

اقبال نے سچ کہا تھا کہ ہماری بندنمیزی و بندنمیزی یہ ہے کہ ہمارے جوان اسلاف سے بے تعلق ہو گئے۔۔۔ اس میں شک نہیں کہ انبیاء و اولیاء کی محبتیں قلبِ مسلم کے لئے ایک قسم کے لنگر ہیں۔۔۔ یہ لنگر ٹوٹ جائیں تو انسان کہیں کا نہیں رہتا۔۔۔ پھر نہ اللہ کا احترام رہتا ہے۔۔۔ نہ بیت اللہ کا۔۔۔ جب زمین پر کوئی نبیاء وہی نہیں تو عمارت کو زمین بوس ہونا ہے۔۔۔ قرآن سے یہی ثابت ہونا چاہیے۔۔۔ اور قرآن سے بڑھ کر کس کی شہادت ہے؟

وَالْعَصْرَانِ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ۔۔۔ ابلیس نے اس لنگر کو توڑا، بس اللہ ہی سے رشتہ جوڑا، آدم سے مُنہ موڑا۔۔۔ اس کا انجام جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا۔۔۔ قوتِ قلب و نظر کے لئے اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ کے محبوب بندوں سے بھی دل شاد و آباد ہونا چاہیے۔۔۔ لیکن اب بھی کوششیں ہو رہی ہیں کہ انبیاء و اولیاء سے عشق و محبت کا جو بندھن بندھا ہوا ہے اس کو توڑ دیا جائے۔۔۔ شکست و ریخت کی اس مہم کا توحیدِ خالص کے نام سے پرچار کیا جا رہا ہے

ہے۔ معیار یہ ہونا چاہیے کہ ایسی کتابیں :-

- جن میں اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں رسول اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں اسلام کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں اہل بیت اور ازوج مطہرات کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں صحابہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں اولیاء اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔

ان پر پابندی نہ لگائی جاسکے تو کم از کم ایسی گستاخانہ عبارات و کلمات کو نکال دیا جائے جو قلبِ مسلم کے لئے کرب ناک اور تکلیف دہ ہوں۔ اصل میں یہ جذوف و ترمیم کسی فرقے یا جماعت کے خلاف نہ ہوگی بلکہ نفرت و بے ادبی کے خلاف ہوگی اور حقیقت یہ ہے کہ نفرت و بے ادبی کسی رعایت کی مستحق ہی نہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ یہ فیصلہ کون کرے کہ عبارات گستاخانہ ہیں یا نہیں۔ سو اس کے لئے طریقہ کار یہ ہونا چاہیے کہ کتاب جس زبان میں ہو اس کے ماہر کے سامنے وہ عبارات پیش کی جائیں اور اس سے دریافت کیا جائے۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ بعض گستاخانہ عبارات زبان و ادب کے دائرے میں آتی ہیں اور حیرت محبت میں زبان کی ادنیٰ لغزش پر بھی سخت گرفت ہوتی ہے۔ یہاں دل و زبان دونوں کو قابو میں رکھنا پڑتا ہے۔ ذرا زبان بے قابو ہوتی اور ایمان رخصت ہوا۔ بے شکہ ایمان کی سلامتی ادب میں ہے۔ ادب کی باتیں عقل نہیں بتا سکتی، یہ باتیں دل بتاتا ہے اس لئے بے ادبی کا حال اہل ادب سے پوچھئے۔ اہل زبان سے پوچھئے۔ اور بے ادبی کا مال اہل شریعت سے پوچھئے۔

اس مقالے کا نام "نور و ناز" اس لئے تجویز کیا ہے کہ اس میں اس پیکرِ ڈرانی کا ذکر ہے

جس کے متعلق حق جہل مجدد نے اعلان فرمایا :-

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝

(ترجمہ) بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور آیا اور روشن کتاب۔
ہاں اس ذاتِ قدسی صفات کی شان میں گستاخوں اور زباں درازیوں کی ایک آگ
سلگائی گئی اور خوب دہکائی گئی۔ مگر آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ کی موشلا و ہار بارش نے
اس آگ کو اس طرح ٹھنڈا کر دیا جس طرح ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرود کو ٹھنڈا کر دیا گیا تھا
۔۔۔۔۔ دہکتی آگ کو ارشادِ ربانی ہو رہا ہے :-

يُنَارُكَ يُنِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ اِبْرَاهِيمَ ۝

(ترجمہ) اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا ابراہیم پر۔

ہاں وہ اپنے محبوبوں پر ایسے ہی مہربان ہیں :-

نارِ نمرود کو کیسا گلزار

دوست کو یوں بچا لیا تو نے

اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس ٹھنڈک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

جھلک دیکھ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں :-

يا بَرْدُ نارِ الْخَلِيلِ ، يَا سَبَبَا

لِعَصْمَةِ النَّارِ دِهِي تَحْدَقُ !

(ترجمہ) اے نارِ خلیل کی ٹھنڈک! ۔۔۔۔۔ اے وہ جس نے جلتی آگ سے

خلیل کو بچا لیا۔!

۱۱ القرآن الحکیم، سورہ المائدہ، ۱۵

۱۲ القرآن الحکیم، سورہ الانبیاء، ۴۹

کس کی مجال کہ ایسے محبوب کے لئے آگ سلگائے! ————— یہاں جلنے والی آگ بھی نہیں جلتی ————— ٹھنڈی ہو ہو جاتی ہے، مگر —

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

نورِ دُنا کی یہ جنگ جاری ہے ————— ابلیس نے گستاخی رسول کی جو آگ جلاتی تھی وہ کبھی کبھی بھڑک اُٹھتی ہے۔ ————— مگر نار کی سوزشیں، نور کی تابشوں کے سامنے ماند پڑ جاتی ہیں اور پھر نور ہی نور نظر آتا ہے۔ —

دل نور، جسگر نور، زباں نور، نظر نور

میرے بزرگو! اور میرے عزیزو! ————— دل کو عقیدہ توحید سے مضبوط و قوی کرو کہ دل نالوان و کمزور ہے۔ ————— ہاں یہ مضبوط و قوی ہو گا تو محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت سے۔ ————— انبیاء علیہم السلام کی محبت سے۔ ————— اہل بیت کی محبت سے۔ ————— صحابہ کرام کی محبت سے۔ ————— اولیاء عظام کی محبت سے۔ —

علماء حق کی محبت سے۔ ————— جو گلشنِ توحید کے گل بوٹے ہیں۔ ————— جو معرفتِ الہی

کے وسیلے ہیں۔ ————— جس طرح بے برگ و بار درخت کو پہچانا مشکل ہے اسی طرح

ان حضرات کی محبت و رہنمائی کے بغیر شجرِ توحید کی حقیقت کا پانا مشکل ہے۔ ————— جس طرح

آلاتِ مادیہ اور قوائے روحانیہ کے بغیر فضاؤں کی بلندی تک پہنچانا ممکن ہے اسی طرح ان

حضرات کو دیکھے بغیر عقل کا آگے بڑھنا اور معرفتِ الہی کا حاصل کرنا ناممکن ہے۔ —

عقل کی اس دُنیا میں عقل کی بات کیجئے۔ ————— برگ و بار دیکھ کر درخت کو پہچانتے۔ —

ان سہاروں کو لے کر آگے بڑھیئے۔ ————— قرآن کا یہی حکم ہے۔ ————— اللہ اللہ!

قرآن کھولتے ہی پیاروں اور محبوبوں کا ذکر شروع ہو جاتا ہے۔ ————— ارشاد

ہوتا ہے :-

”ہم کو سیدھی راہ پر چلا، اُن لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا نہ ان لوگوں

کی جن پر تیرا غضب نازل ہوا“

یہاں حزب اللہ اور حزب الشیطان کا ذکر فرما کر حق کو باطن سے ممتاز کر دیا اور بتا دیا

کہ حزب اللہ وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام اور حضرات اہل اللہ سے محبت کرے۔

اُن کے نقش قدم کو پانے کی دعا کرے۔ اُن کے راستے پر چلنے کی آرزو کرے۔

اور جب وہ نقش قدم مل جاتے۔ اور جب وہ راستہ پالے۔ تو دل و جان

سے اُس پر چل کر منزل مقصود کو پالے۔ بے شک انہیں کے نشان قدم

منزل مقصود کا پتا دیتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا: ”سچوں کے ساتھ ہو جاؤ“۔

ہاں سے

چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے
یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے؟

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

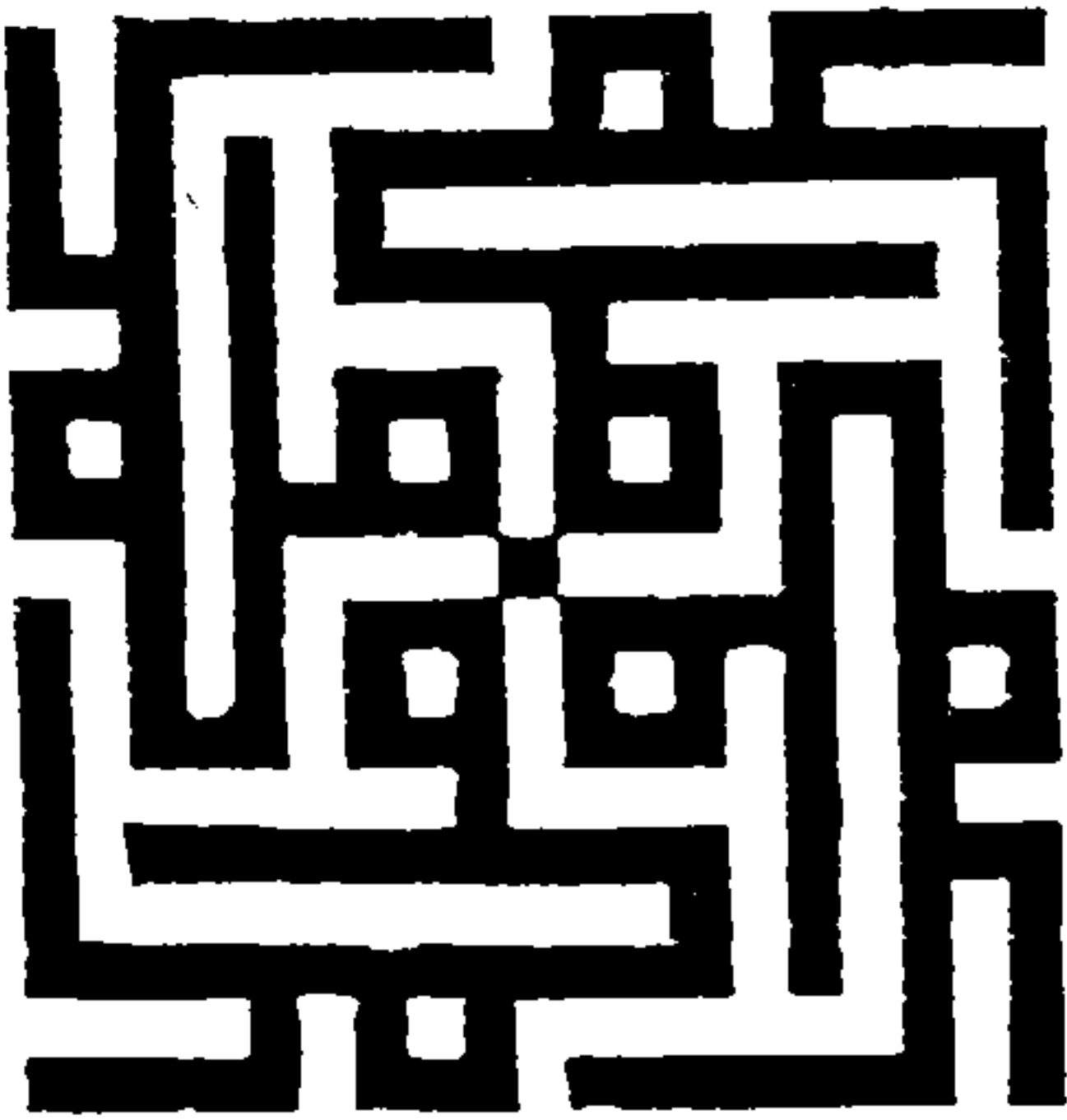
(رپنپیل، ڈگری کالج، ٹھٹھہ)

(سندھ، پاکستان)

۱۴۰۳ھ

۱۹۸۲ء

آبِ حیات



آدم و ابلیس

اللہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا۔۔۔ اپنے فرشتوں سے کرایا۔۔۔ اپنے سامنے کرایا۔۔۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کے آگے سجدہ نہ کرو۔ نبی و رسول کی تعظیم حد سے زیادہ نہ کرو۔ مگر یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ عقل جواب دے۔۔۔ ابلیس بھی تو اللہ سے یہی کہہ رہا تھا جو ہم کہتے پھرتے ہیں۔۔۔ پھر محض اس جرم پر کہ وہ اللہ اور صرف اللہ کے آگے جھکنا چاہتا تھا۔۔۔ غیر اللہ کے آگے جھکنے کو اس کا دل نہ چاہتا تھا، ایسی سزا ملی کہ آج تک کسی کو ایسی سزا نہ ملی۔۔۔ سبحان اللہ یہ بھی کوئی جرم ہے!۔۔۔ پھر یہ سزا کیوں ملی؟ اللہ کی نافرمانی پر ملی یا آدم کی گستاخی پر ملی؟ لیکن بظاہر لغزش تو آدم (علیہ السلام) سے بھی ہوئی۔۔۔ حکم ہوا اس درخت کے پاس نہ جانا۔۔۔ ابلیس نے بہکا دیا۔۔۔ درخت کے قریب چلے گئے پھر جو ہوا سو ہوا۔۔۔ مگر گرفت نہ فرمائی، تینبیہ فرما کر معاف فرما دیا گیا۔۔۔ تو اگر لغزش ہی موجب غضب ہوتی تو آدم (علیہ السلام) کو معاف نہ کیا جاتا۔۔۔ مگر نہیں آدم (علیہ السلام) کی یہ لغزش اللہ کی جناب میں تھی، اس لئے کلماتِ معذرت القافر ما کر معاف کر دیا گیا۔۔۔ اور ابلیس کی گستاخی اللہ کے محبوب بندے آدم (علیہ السلام) کی جناب میں تھی۔۔۔ جس کو معاف نہ کیا گیا اور ذلت و خواری کا طوق ابد الابد تک اُس کی گردن میں ڈال دیا گیا۔۔۔ بے شک ابلیس نے سب سے انکار کیا لیکن حقیقت میں تعظیمِ رسول سے انکار کیا۔۔۔ وہ مرکش نہ تھا۔۔۔ وہ مشرک نہ تھا۔۔۔ وہ بدعتی نہ تھا۔۔۔ وہ مومن تھا مومن تھا۔۔۔ وہ عابد و زاہد تھا۔۔۔ تو پھر وہ کیوں مارا گیا؟۔۔۔ بلاشبہ گستاخی رسول پر مارا گیا۔۔۔ یہ نکتہ نظر انداز کرنے کے لائق نہیں، غور فرمائیں اور خوب غور فرمائیں۔۔۔

اگر وہ نافرمانی پر مارا جاتا تو قبضے کو طول نہ دیا جاتا۔۔۔ اللہ کو معلوم تھا کہ اُس نے کیوں انکار

ایک ظاہر سجدہ ہے۔۔۔ ایک باطن سجدہ ہے۔۔۔ ظاہر سجدہ یہ ہے کہ انسان کی پیشانی خمیدہ ہو کر زمین پوس ہو جائے۔ اور باطن سجدہ یہ ہے کہ جسم و جان دونوں مصروفِ اطاعت و بندگی ہو جائیں۔ گویا اطاعت و فرماں برداری رُوح سجدہ ہے۔ یہ ایک سجدہ ہے جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اسی لئے فرمایا مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ﷻ جس نے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ دوسری جگہ فرمایا قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَأَتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ﷻ ان سے فرما دیجئے اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو، پھر اللہ تم کو محبوب بنا لے گا۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور اللہ کی محبوبیت کا سب سے بڑا وسیلہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں رُوح سجدہ کی جھلک نظر آ رہی ہے۔

مجاز پرستی کے اس دور میں توحیدِ خالص کا اس طرح پرچار کرنا کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں، رسولوں، نبیوں اور ولیوں کو محتاجِ محض اور عاجز مخلوق قرار دے کر عام انسانوں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے، نہایت ہی خطرناک ہے۔ خصوصاً اس دور میں جو نبیوں، رسولوں اور ولیوں سے چھوٹا وہ خدا سے چھوٹا اُس کا مسلمان نظر آنا تو ممکن ہے مگر مسلمان رہنا مشکل ہے۔

جو ترے در سے یاد پھرتے ہیں

در بدر یونہی خوار پھرتے ہیں

۸۰۔ القرآن الحکیم سورۃ النساء،

۳۱۰۔ القرآن الحکیم، آل عمران

آداب رسالت

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَكْفَرُوا لَوْ إِذْ أَعْتَدُوا قَوْلَهُ انظُرْنَا وَاسْمَعُوا جِ وَبَلَّغْنَا عَذَابَ الْبَعْرِ ۝

اے ایمان والو! اعدائے کہو بلکہ انظرنا کہو (یعنی حضور ہم پر نظر رکھیں) اور (ارشادات عالی کو پہلے ہی سے دل لگا کر) سنو۔ (اس حکم سے) سر تابی کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں جب صحابہ کرام کی سمجھ میں کوئی بات نہ آتی تھی تو راعیناً کہتے تھے یعنی ہماری رعایت کیجئے اور مکرر ارشاد فرمائیے۔ اس مجلس مبارک میں یہودی بھی

ہوتے، وہ ع کی زیر کو ذرا کھینچ کر راعیناً کہتے تھے جس کے معنی لیتے "اے ہمارے چرواہے!"

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودیوں کی اس تحقیر آمیز شرارت کو سمجھ گئے۔ چنانچہ انہوں نے بانگ

دہل فرمایا کہ اے دشمنانِ اسلام! تم پر خدا کی لعنت قسم ہے اُس کی جس کے دست قدرت میں میری جان

ہے اگر تم میں سے پھر کسی نے رسول اللہ کو اس طرح مخاطب کیا تو اس کی گردن اڑا دوں گا"۔

جلال سعد بن معاذ نے آسمان و زمین کو بلا کر رکھ دیا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی جس نے ہمیشہ

ہمیشہ کے لئے گستاخانِ رسول کے منہ بند کر دیئے اور عذاب الیم کی وعید سنائی۔

یہ نکتہ قابلِ توجہ ہے کہ کفار و یہود جو کچھ کہا کرتے تھے، وہ بیانِ واقعی تھا۔ جھوٹ نہ تھا

یعنی فی الواقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی تھیں گو اُن کی بکریاں نہ چراتیں بلکہ اپنی یا رضانگی

۱۔ القرآن العظیم، سورۃ البقرہ، ۱۰۴

۲۔ حاشیہ تفسیر طبری، جلد اول، مطبوعہ مدینہ ۱۳۲۳ھ، ص ۳۵۷ (بحوالہ تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفہم قرآن العلماء

نظام الدین حسن بن محمد)

ماں کی بکریوں کی پاسبانی فرمائی۔ اور آپ ہی پر کیا منحصر ہے بہت سی خلیل القدر ہستیوں نے بکریاں چرائی ہیں، یہ کوئی ایسا کام نہیں جس کو معاشرے میں اچھی نظر سے نہ دیکھا جائے۔ پھر بھی ارشاد ہوا: "خبردار! آب رَاعِنًا نہ کہنا!۔۔۔۔۔ بات چل رہی ہے رَاعِنًا کی، اور مانعت فرمائی جا رہی ہے رَاعِنًا کی۔ اللہ اللہ غیرتِ الہی کی شان تو دیکھو!۔۔۔۔۔ کافروں کے معنی و مقصود کا تصور تاک صحابہ کے دل میں نہ تھا بلکہ یہ دوسو سو ان کے قلبِ صافی میں گزر ہی نہ سکتا تھا مگر پھر بھی مانعت فرمائی۔۔۔۔۔ تو پھر اس کی کیا وجہ تھی؟۔۔۔۔۔ بات یہ تھی گو رَاعِنًا اور رَاعِنًا کسی معنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجبِ اہانت و توہین نہ ہو مگر کفار و یہود کا اس کو موجبِ توہین سمجھ کر استعمال کرنا غیرتِ الہی کو گوارا نہ ہوا۔ اور صحابہ کی زبان سے ایک ایسے لفظ کا استعمال بھی ممنوع قرار دیا گیا جو اگرچہ صحابہ کے نزدیک کسی پہلو سے بھی موجبِ اہانت نہیں مگر کفار کے اختیار کردہ لفظ کے ساتھ اسے لفظی اشتراک ہے۔۔۔۔۔ یہ آپ کی کمال رعایتِ ادب ہے۔

با صاف ضمیراں با ادب باش کہ بسیار

از آب گہرا تیسہ رنگار گرفت ست

الغرض ہر چند صحابہ لفظ رَاعِنًا کو ادب و احترام اور تعظیم کے لئے استعمال کرتے تھے مگر پھر بھی اس سے ملتے جلتے دوسرے لفظ رَاعِنًا کا استعمال تذلیل و تحقیر کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اس لئے ممنوع قرار دے دیا گیا۔ لفظ رَاعِنًا سے اشارۃً و کنایۃً بھی توہین مراد نہ تھی بلکہ اس کا استعمال تعظیم و ادب کے لئے تھا۔ پھر یہ لفظ مردود و ٹھہرا اور اس کا استعمال کرنے والا معصوب، توغور کرو جن کلمات میں صراحتاً اور کلامِ کھلا آپ کی شان میں گستاخی کی گئی ہو مولیٰ تعالیٰ کے نزدیک ان کلمات کا اور ان کے قائل کا کیا مقام ہوگا؟۔۔۔۔۔ اس آیت میں دوسری بات قابلِ توجہ یہ ہے کہ یہاں مومنین سے خطاب فرمایا ہے۔ کفار و یہود سے نہیں۔ اس لئے یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ وہی آیت کے مخاطب ہیں۔۔۔۔۔ نہیں نہیں۔ مخاطب عوام و خواص مومنین ہیں۔

بہر کیف آیت مذکورہ سے مندرجہ ذیل اصول و آداب مستنبط کئے جاسکتے ہیں :-

۱۔ ایسا لفظ جس کے معنی اور اسباق اگرچہ فی نفسہ صحیح ہو مگر اس سے تمسخر و استہزاء کا پہلو نکل سکتا ہو ہر کارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور استعمال کرنا ناجائز ہے۔

۲۔ ایسے لفظ کا استعمال بھی جائز نہیں جو اگرچہ مقامِ ادب میں بولا جاتا ہو مگر اس سے ملتا جلتا لفظ مقامِ ادب سے گرا ہوا ہو۔

۳۔ ایسے لفظ سے اگرچہ قائل کی مراد تمسخر و استہزاء نہ ہو مگر پھر بھی وہ گنہگار اور قابلِ مواخذہ ہے۔

۴۔ اس قسم کے الفاظ جھول چوک اور اضطرار میں بھی نکل جائیں تو تدارک لازم ہے۔

۵۔ جان بوجھ کر کہے جائیں تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ بلکہ اللہ کے نزدیک بھی اس کا قاتل واجب القتل ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔

قرآن کریم میں جا بجا ایسی آیات ملتی ہیں جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر کا درس دیا ہے اور عظمت و شوکت کو بیان کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان آیات کو دل سے لگا کر رکھیں تاکہ گلشنِ محبت و ادب و ایمان تازہ و ملائکہ فرمائیں :-

۱۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ

بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

(ترجمہ) اے ایمان والو! نبی کی آواز پر اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے

آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کیسے تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تم کو

خیر تک نہ ہو۔

۲۔ إِنَّ الَّذِينَ يُعْضُونَ أَعْوَابَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ

لَهُمْ مَنَافِعٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

(ترجمہ) جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پیرکاری

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ الحجرات : ۲

۲۔ القرآن الحکیم، سورۃ الحجرات : ۳

کے بے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

۳۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُّنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَلَّذُوْهُمُ لَا يَعْتَدُوْنَ ۝

(ترجمہ) جو حجروں کے پیچھے تم کو آواز دیتے ہیں، ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

۴۔ لَقَدْ يَذَّبُوْا حَتّٰى يَسْتَاذِنُوْا ۝

(ترجمہ) (ایمان والے وہ ہیں) جو نبی کی مجلس سے نبی کی اجازت کے بغیر نہیں جاتے۔

۵۔ فَاِذَا سَاذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْئِهِمْ قَاذُوْا لِمَنْ سِئْتٌ يُّنْهَوْنَ ۝

(ترجمہ) جو شخص اجازت چاہے اپنے کسی کام کے لئے تو ان میں سے جسے تم چاہو اجازت دے دو (جسے

نہ چاہو اجازت نہ دو)

۶۔ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاۗءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاۗءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۝

(ترجمہ) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا تم میں ایک دوسرے کو

پکارتا ہے۔

۷۔ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَسْأَلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِنَّ تَصِيْبَهُمْ

فِتْنَةٌ اَوْ يَصِيْبُهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

(ترجمہ) جو لوگ مغل مبارک سے اسلے کر کھسک جاتے ہیں اللہ انہیں جاننا ہے۔ وہ اللہ کے حکم کے خلاف

کرتے ہیں، ان کو خدا سے ڈرنا چاہیے کہ وہ آفت یا عذاب کا شکار نہ ہو جائیں۔

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ الحجرات، ۴۱

۲۔ القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۲

۳۔ القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۲

۴۔ القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۳

۵۔ القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۳

۸۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

ترجمہ) بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اُس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو!

۹۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَسْوَالٌ مِّنْ اَقْرَبٍ تَمُوْهُنَّ

وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِيْنٌ رِّضُوْنَهَا اَحَبُّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرُوْلِهِ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهِ
فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرٍ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

ترجمہ) تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اُس کے رسول اور اُس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

قرآن کریم میں بعض آیات وہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت فرمائی ہے یا کوئی ہدایت و نصیحت۔۔۔۔۔ ایسی آیات میں عموماً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست خطاب فرمایا ہے۔۔۔۔۔ بعض آیات وہ ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن اور ان گنت خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔۔۔۔۔ ایسی آیات میں عموماً براہ راست مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔

اسی طرح احادیث میں بعض احادیث وہ ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجز و انکسار کا اظہار فرمایا ہے اور بعض احادیث وہ ہیں جن میں آپ نے اپنی جلالت شان کا ذکر فرمایا ہے۔۔۔۔۔ اب ایک آنکھ تو وہ ہے جو پہلی قسم کی آیات و احادیث پر نظر جمائے ہوئے ہے، اُس کی نظر دوسری

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب، ۵۶

۲۔ القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۲۳

قسم کی آیات و احادیث کی طرف اٹھتی ہی نہیں۔ مگر ایک آنکھ وہ بھی ہے جو پہلی اور دوسری دونوں قسم کی آیات و احادیث کو سامنے رکھ کر قرآن و حدیث کی روح تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہے اور وہ کچھ دیکھتی اور دکھاتی ہے جو پہلی آنکھ نہیں دیکھ پاتی۔ وہ پہلی آنکھ عالم آب و گل میں الجھ کر رہ گئی اور یہ دوسری آنکھ سموت، بلکہ ماورائے سموت جا پہنچی۔ اس کا اندازِ نظر غیر سائنٹیفک ہے، اس کا اندازِ نظر سائنٹیفک ہوتے ہوئے بھی عاشقانہ اور مومنانہ ہے۔

توہین رسالت

مولوی اسماعیل دہلوی نے پاک و ہند کے جس ماحول میں آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے جو تقویۃ الایمان لکھی تو اس دور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق اور مشائخ عظام و اولیائے کرام سے محبت و عقیدت کے چرچے عام تھے، شاہ وقت بہادر شاہ ظفر خود اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی انقلابی طبیعت کو یہ ماحول بیگانہ معلوم ہوا اور انہوں نے ابن عبد الوہاب کی روش پر چلتے ہوئے ماحول کے خلاف بھرپور جنگ کی اور تقویۃ الایمان لکھ کر عوام و خواص کے عشق و محبت کو جھنجھوڑا۔ علماء خیر آباد علماء بدایوں، علماء بریلی، علماء قرنگی محل اور علماء دہلی وغیرہ نے تقویۃ الایمان کی بعض عبارات کی گرفت کی اور بعض علماء نے اس کے رد لکھے اور یہ سلسلہ چل نکلا۔ جو آج تک جاری ہے۔

تقویۃ الایمان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام محبوبانِ خدا کی جناب میں جو بے باکانہ اسلوب اختیار کیا ہے وہ ان محبوبوں کے خالق و مالک جل و علا کے کلام میں بھی نہیں ملتا۔ سارے قرآن کو پڑھ جائیے، کہیں یہ انداز نہ پائیں گے جو صاحب تقویۃ الایمان نے اپنایا ہے تو جب خدا نے اپنے محبوبوں کا پاس دلخاطر رکھا ہے تو بندے کی کیا مجال کہ وہ ایسا بد لحاظ ہو جائے۔

طریقت میں جس نے قدم رکھا ہے وہ معمولی انسان کے لئے بھی بے باک نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی جناب میں بے باک ہو۔ صاحب طریقت پیکرِ عجز و انکسار ہوتا ہے، اس کو ہر گھڑی اپنی عاقبت کی فکر ہوتی ہے۔ وہ بڑے بول نہیں بولتا۔

بڑے بول وہی بولتا ہے جو اپنی عاقبت سے بے نیاز ہوتا ہے۔

تقویۃ الایمان کی ساری باتیں رد کرنے کے لائق نہیں مگر بہت سی ایسی باتیں لکھ دی ہیں جنہوں نے ساری کتاب پر پانی پھیر دیا ہے۔ کاش صاحب تقویۃ الایمان ادب کی اہمیت کو سمجھتے اور ایسی

عبارات سے گریز کرتے جو مقام ادب کے منافی ہیں۔

جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بے ادبی و بے باکی کوئی معمولی بات نہیں۔۔۔۔۔ بہت بڑی بات ہے۔

یہ تو کبھی صرف آواز اونچی کرنے والی بات۔۔۔۔۔ اُن کی آواز جن کے مُنہ سے نکلے ہوئے کلماتِ طہتِ اسلامیہ کے لئے حجت ہیں۔۔۔۔۔ ایسے کلمات کا زور سے نکل جانا بھی خدا کے نزدیک باعثِ تعزیرِ شدیدِ ٹھہرا۔۔۔۔۔ تو اُن کلمات کی بات کیا کی جائے جن میں اہانت و توہین کی بو آ رہی ہے۔۔۔۔۔؟

آئندہ صفحات میں مولوی اسماعیل دہلوی کی بعض گستاخانہ عبارات کا جائزہ لیا جائے گا اس سلسلے میں موصوف کے متبعین و معتقدین سے اتنی گزارش ہے کہ اگر راقم کا کوئی کلمہ یا عبارت مولوی اسماعیل کی شان میں گستاخانہ محسوس فرمائیں تو اس کی بھی اسی طرح تاویل فرمائیں جس طرح مولانا اسماعیل کی گستاخانہ عبارات کی تاویل فرمایا کرتے ہیں یعنی یہ کہ انہوں نے جو گستاخانہ عبارات لکھی ہیں اُن سے مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی نہ تھی بلکہ رب تبارک و تعالیٰ کی بڑائی دکھانا مقصود تھا۔۔۔۔۔ راقم کی بھی عبارات اور کلمات کی بھی یہ تاویل فرمائیں کہ اس سے مقصود مولوی اسماعیل کی تذلیل و تحقیر نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کا بیان مقصود ہے اور بلاشبہ یہ تاویل تہ ہوگی بلکہ اظہارِ حقیقت ہوگا کیوں کہ راقم کا مسلک تو یہ ہے ع۔

انہوت کی جہاں گیری، محبت کی فسادانی

تعارف تقویۃ الایمان

تقویۃ الایمان کا جو ایڈیشن چارے سال سے سامنے ہے اس کا پورا نام ہے تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان
مؤلفہ مولوی اسماعیل دہلوی، تصنیفہ المسلمین مؤلفہ مولوی خرم علی مطبوعہ لاہور (۱۹۷۸ء)، شائع کردہ امجد
اکیڈمی، لاہور

تقویۃ الایمان ۷۰ صفحے کا رسالہ ہے جو صفحہ ۹ سے صفحہ ۷۹ تک پھیلا ہوا ہے، اس کے بعد
تذکیر الاخوان کے نام سے ایک اور رسالہ ہے، یہ صفحہ ۸۱ سے صفحہ ۳۲۷ تک پھیلا ہوا ہے، اس رسالے
کو مولوی اسماعیل سے منسوب کیا گیا ہے۔ اس ایڈیشن میں تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان
کے علاوہ سید عبداللہ بغدادی کے مکتوب عربی (محررہ ۱۲۲۰ھ / ۱۸۲۲ء) کے جواب میں مولوی اسماعیل
کا مکتوب بھی ہے جو صفحہ ۳۲۹ سے ۳۳۵ تک پھیلا ہوا ہے، اس کے بعد تقویۃ الایمان کی حمایت و تائید
میں دوسرے فتووں کے علاوہ مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ بھی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں :-

۱۔ تقویۃ الایمان بہت ہی اچھی کتاب ہے اور شرک و بدعت کی تردید میں بے مثال ہے۔
ب۔ بات یہ ہے کہ شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بدعتیوں کو اس واسطے دشمنی ہے کہ آپ نے بدعتیوں کی
خوب مٹی پلید کی اور بدعتیوں کے بازار کو سرور کیا۔ ۳

فتووں کے بعد جامع تقویۃ الایمان نے تقویۃ الایمان کی متنازع فیہ عبارات کے بارے میں سوالاً
جواباً صفائی پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو عذر گناہ بدتر از گناہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ جامع موصوف نے

۱۔ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور (۱۹۷۸ء) ص ۳۳۷

۲۔ لفظ مٹی پلید کرنا ایک عامیاز محاورہ ہے جو ایک مفتی و فقیہ کے شایان شان نہیں۔

۳۔ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان، ص ۳۳۷

پیغمبر علیہ السلام کو بڑا بھائی کہنے اور اللہ کے آگے چہار سے زیادہ ذلیل کہنے اور ان قسم کے اور کلمات کی تاویل و توجیہ فرماتی ہے۔۔۔۔۔ مناسب تھا کہ یہ نامعقول مجھے حذف کر دیئے جاتے اور ان سے بریت کا اعلان کرا دیا جاتا۔۔۔۔۔ جب صاحب تقویۃ الایمان نے ایسی آیات و احادیث کو نظر انداز کر دیا جن سے انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شوکت کا اندازہ ہوتا تھا تو ایسے کلمات کو خارج کرنے میں کونسی قباحت تھی جن سے ان حضرات قدسیہ کی تحقیر و تذلیل ہوتی تھی۔۔۔۔۔ ناشائستہ کلمات کی تاویل و توجیہ کر کے اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہرگز دانائی و ہوش مندی کی بات نہیں۔۔۔۔۔ بات سے بات نکلتی ہے، مولوی اسماعیل دہلوی نے

جو راہ اختیار کی یعنی انبیاء علیہم السلام کی تحقیر و تذلیل کے لئے آیات قرآنیہ سے استدلال کرنا اور ایسی آیات کو قطعاً نظر انداز کر دینا جن سے کمال رفعت و بلندی کا اندازہ ہوتا ہو، ڈیڑھ سو برس گزر جانے کے بعد بھی بعض حضرات اب تک اُس راہ پر چل رہے ہیں۔ یہ کوئی الزام نہیں، ذاتی تجربہ ہے۔ سنئے:- فروری ۱۹۶۹ء میں ایک ضعیف العمر عالم، عقائد سے متعلق اپنی تصنیف پر تقریباً لکھوانے تشریف لائے۔۔۔۔۔ کتاب کھول کر دیکھی تو بنیوں اور رسولوں کا اس انداز سے تعارف کرایا گیا تھا کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کی بے بس مخلوق ہیں (معاذ اللہ) مثلاً یہ کہ نبی کو کنوئیں میں ڈال دیا جاتا ہے، قید کر دیا جاتا ہے، بیمار ڈال دیا جاتا ہے، دریا میں پھینک دیا جاتا ہے، مچھلی کے پیٹ میں محبوس کر دیا جاتا ہے۔ وطن سے بے وطن کر دیا جاتا ہے۔ میدان جنگ میں لہو لہان کر دیا جاتا ہے، رورو کے دُہ بنیائی سے محروم ہو جاتا ہے، آگ میں ڈال دیا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

راقم نے عرض کیا کہ اولو العزم بنیوں اور رسولوں کا یہ کیسا تعارف کرایا ہے؟۔۔۔۔۔ فرمانے لگے یہ تو سب قرآن میں موجود ہے، راقم نے عرض کیا۔۔۔۔۔ بے شک یہ سب کچھ قرآن میں ہے مگر اسی قرآن میں:-

○ یہ بھی تو ہے کہ سلیمان (علیہ السلام) کے خادم نے ملکہ سبا کا تخت سینکڑوں میل کی مسافت سے چشم زدن میں لاکر رکھ دیا۔

- یہ بھی تو ہے کہ ایوب (علیہ السلام) نے جب زمین پر قدم مارا تو چشمہ چھوٹ نکلا۔
- یہ بھی تو ہے کہ جب مریم (علیہا السلام) دنیا سے کنارہ کش ہو گئیں تو دیکھتے ہی دیکھتے پردہ غیب سے اسباب معیشت فراہم کئے گئے۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے عالم شیرخوارگی میں اعلان نبوت فرمایا۔ پھر جب نبوت ملی تو یہ اعجاز ملا کہ ابرص پر ہاتھ پھیرا تو داغ دھبے دھل گئے، مردے پر دم کیا تو آن کی آن میں زندہ کر دیا اور مادر زود اندھے پر نظر فرمائی تو بینا کر دیا۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت یوسف (علیہ السلام) کے پیرین مبارک کی خوشبو سیلوں مسافت سے حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے سونگھ لی اور جب پیرین آنکھوں سے مس ہوا تو بینائی آگئی۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے پتھر پر عصا مارا تو چشمے اُبل پڑے، دریا پر عصا مارا تو راستے نکل گئے، زمین پر عصا پھینکا تو پھینکا رتا ہوا اثر دہا بن گیا۔ گریبان سے ہاتھ نکالا تو چمک اُٹھا۔ مولا سے کھانا مانگا تو من و سلویٰ اُترا۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے گشتہ پرندوں کو آواز دی تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ اڑتے ہوئے چلے آئے۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت خضر (علیہ السلام) نے علوم غیبیہ کے وہ وہ راز کھولے جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر آشکار نہ کئے گئے تھے۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان مبارک سے جنوں نے تلاوت قرآن کی آواز سنی تو دل بکڑ کر رہ گئے۔ اور قدموں پر آگرے۔
- یہ بھی تو ہے کہ جب اُس حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں پھینکیں تو آن کی آن میں دشمنوں کی صفیں اُلٹ گئیں۔
- یہ بھی تو ہے کہ آپ کے اشارے سے چاند دو نیم ہو گیا اور سارا عالم دنگ رہ گیا۔

○ یہ بھی تو ہے کہ جب نبی اللہ کی طرف آپ کی نظریں پھریں تو سارے عالم کی نظریں اس طرف پھیر دی گئیں۔

○ یہ بھی تو ہے کہ جب آپ میدانِ جہاد میں اترے تو فرشتے فوج در فوج آپ کی مدد کو جا پہنچے۔

○ یہ بھی تو ہے کہ اُس تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کے مولیٰ نے مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک راتوں رات سیر کرائی اور پھر اُن بلندیوں پر لے گیا جس کا تصور انسان کے بس کی بات نہیں۔

اللہ اللہ یہ سارے اذکارِ قرآنِ حکیم میں موجود ہیں۔ ان کا کیوں ذکر نہ کیا؟ فرمانے لگے، :
عظمتوں کا ذکر کیا جائے تو لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ فقیر نے
عرض کیا کہ اس کی فکر تو حق جل مجدہ فرمائے گا جس نے ایسی آیات نازل فرمائیں، آپ کیوں
اس فکر میں مبتلا ہو گئے؟ پھر مجبور ہو کر فرمانے لگے کہ ”عظمتوں کی باتیں تو مسابحہ
و مجالس میں علماء و داعیین سے سُنی جاسکتی ہیں“ فقیر نے عرض کیا لیکن آپ
اپنی کتاب میں اس کا ذکر نہ فرمائیں گے؟ اِس پر وہ عالم خاموش ہو گئے اور مالِ پوسی
تا اُمیدی کے ساتھ اپنا مسودہ لے کر چلے گئے۔

اس سانحہ سے سخت صدمہ ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ ہمارے درمیان اب بھی ایسے لوگ موجود
ہیں جو ایسی آیات و احادیث کو برسرِ منبر بیان نہیں کرنا چاہتے جن میں محبوبانِ خدا کی تعریف و توصیف
اور اُن کی عظمتوں اور منزلتوں کا ذکر ہے۔ اِس لئے بالعموم ان حضرات کا موضوع کفر و شرک ہی
رہتا ہے اور وہ محبوب سے زیادہ مغضوب کا ذکر کرنا پسند کرتے ہیں۔ یہ بات
تقاضائے ایمان کے منافی ہے، کوئی مسلمان نہیں جو ایسا کرنے پر دل سے آمادہ ہو۔
اللہ تعالیٰ نے رُوئے زمین کے تمام انسانوں کو اپنی جناب میں یہ التجا کرنے کا حکم دیا
— (اے اللہ) ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان (برگزیدہ پیاروں) کا راستہ جن پر تونے

انعام فرمایا۔۔۔۔۔ اللہ اکبر! ان پیاروں اور محبوبوں کے ذکر کے بغیر نہ دعا، دعا ہے اور نہ نماز، نماز۔۔۔۔۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ہر دعا میں اول و آخر درود شریف پڑھ لیا کرو۔۔۔۔۔ درود شریف کا مقبول بارگاہِ انبوی ہونا ایک کھلی حقیقت ہے۔۔۔۔۔ جب اول و آخر کی چیز قبول ہوگی تو پھر بیچ کی چیز کیسے روکی جا سکتی ہے۔۔۔۔۔ سبحان اللہ۔۔۔۔۔

بہر کیف ذکر تھا تقویۃ الایمان کا۔۔۔۔۔ بات کہاں سے کہاں پہنچی۔۔۔۔۔ تقویۃ الایمان میں قرآن کریم کی آیات کے غلط انطباق سے کفر و شرک کا جو معیار قائم کیا گیا ہے اگر اس کو تسلیم کر لیا جاتے تو مولوی اسماعیل کے معاصرین اور ان سے قبل عالم اسلام کے کروڑوں مسلمان کافر و مشرک ٹھہرتے ہیں جسیٰ کہ زمانہ حال میں عالم اسلام کے مسلمانوں کی اکثریت کافر و مشرک قرار پاتی ہے، اس طرح کوئی مسلمان حکومت، اپنے ہاں مسلم اکثریت کا دعوے نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔ اس لئے مولوی اسماعیل کے خیالات و افکار کو آسانی سے قبول کرنا سخت خطرناک ہوگا، مناسب یہ ہوگا کہ ان کو نقد و نظر کی بجٹی میں پکا کر اچھی طرح دیکھ لیا جائے اور کھوٹا دکھرا لگ کر لیا جائے۔

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی جمود کے قائل ہیں، حرکت کے نہیں۔۔۔۔۔ زندگی اور فکر زندگی منازل ارتقاء سے گزرتی ہے۔ اور اسلام کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اُس نے زندگی کے فطری عمل کو نظر انداز نہیں کیا۔۔۔۔۔ وہ ان معنوں میں حرکی ہے کہ حرکت و عمل کا اُس نے پورا پورا خیال رکھا ہے۔۔۔۔۔ اور ان معنی میں جامد ہے کہ اس کے اصول و ضوابط میں کوئی تغیر و تبدل نہیں۔۔۔۔۔ سب کے سب اپنی جگہ اٹل ہیں۔۔۔۔۔ وہ جامد ہوتے ہوئے جانِ حرکت ہے۔۔۔۔۔ یہی اس کا

لے بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے لوگوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں "مشواہ خلق اللہ" فرمایا ہے۔ (بخاری شریف، مطبوعہ احمدی، ص ۱۰۲۲)

مسعود

اعجاز ہے اور یہی اس کا امتیاز۔۔۔۔۔ اسلامی فکر و عقیدے پر جو قلم اٹھاتا ہے اس کو اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا پڑے گا ورنہ وہ خود بھی راستہ سے ہٹ جائے گا اور دوسروں کو بھی ہٹا دے گا۔

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے اپنے مزمومات کو ثابت کرنے کے لئے یہ کتاب لکھی ہے۔۔۔۔۔ اس لئے یہ ایک وکیل کی تصنیف تو ہی جا سکتی ہے، ایک مُصنّف و مُصنّف اور رہبر کی تصنیف قرار نہیں دی جا سکتی۔۔۔۔۔ عدل کا تقاضا ہے کہ دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے اور دونوں طرف کے دلائل پر نظر رکھی جائے۔ ابنتہ وکالت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف ایک سمت نظر رکھی جائے اور دوسری سمت کو قطعاً نظر انداز کر دیا جائے بلکہ کوشش یہ کی جائے کہ ایسے دلائل و براہین فراہم کئے جائیں جو دوسری سمت کو ضعیف سے ضعیف تر کر دے۔۔۔۔۔ تقویۃ الایمان کا یہی اندازہ ہے۔۔۔۔۔ اپنی پسند کی آیات و احادیث انتخاب کر لینا اور عبودین خد کو بے بس و بے بس ظاہر کرنا ایک مسلمان مصلح و محقق کو زیب نہیں دیتا بلکہ یہ تو ایک غیر مسلم محقق کے لئے بھی باعثِ شرم و ندامت ہے۔۔۔۔۔

مناسب یہ تھا کہ مولوی اسماعیل تقویۃ الایمان میں ان آیات و احادیث کو بھی زیر بحث لاتے جو ان کے مزمومات کے خلاف تھیں، یہ تو قیاساً ہی ہے کہ مولوی اسماعیل معمولی عالم نہ تھے۔ وہ بالکل بانہر تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے افسوسناک راہ عمل اختیار کی، اور حقائق کو چھپایا۔ تاریخ کی بنیاد و یانت داری پر ہے۔۔۔۔۔ جو اپنے پسند کے وافق کے بیانات قبول کرتا ہے اور اپنی پسند کے خلاف بیانات ذکر کرتا ہے وہ نہ مصلح ہے اور نہ محقق۔۔۔۔۔ یاد آیا بقول حافظ محمد یوسف محقق پاکستانی علیہ الرحمہ (ریکارڈ کیپر، ریکارڈ آفس لاہور، جے پور) جب ہندوستان کا مشہور مؤرخ پنڈت جادو ناتھ سرکار، اورنگ زیب عالمگیر پر مواد کی فراہمی کے سلسلے میں سنٹرل ریکارڈ آفس لاہور (جے پور) پہنچا تو اس کو عہدِ عالمگیری سے متعلق ایسا مستند قلمی مواد دکھایا گیا جس سے اورنگ زیب عالمگیر کے اچھے پہلوؤں پر روشنی پڑتی تھی مگر اس نے اس لئے قبول نہ کیا کہ اس کو اورنگ زیب کی سیرت مسلخ کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنی تھی۔

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل نے انبیاء و صلحاء کے حق میں یہی طرز عمل اختیار کیا جو انصاف پسند طبائع کے لئے نہایت ہی تکلیف دہ بات ہے۔۔۔۔۔ جب پسند ہی بنیا و ٹھہری تو پسند کا حال تو ڈانوں ڈول ہے کبھی ایک چیز ایک وقت خاص میں اچھی معلوم ہوتی ہے مگر دوسرے وقت بڑی لگنے لگتی ہے۔۔۔۔۔ کچھ ہی حال تقویۃ الایمان اور اس کے مؤیدین و متبعین کا ہے۔۔۔۔۔ وہ باتیں جو انبیاء علیہم السلام اور صلحاء ائمہ کے لئے اچھی نہیں معلوم ہوتیں، وہ اپنے استادوں اور شیوخ کے لئے اچھی لگنے لگتی ہیں۔۔۔۔۔ یا جو باتیں دوسروں کے کرنے سے اچھی نہیں معلوم ہوتیں، وہ خود کرنے سے اچھی ہو جاتی ہیں۔۔۔۔۔ یہ ایک دلچسپ مطالعہ ہے۔۔۔۔۔ راقم کے سامنے ایسے بہت سے شواہد و نظائر ہیں۔۔۔۔۔ صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک انبیاء و صلحاء سب بے بس ہیں۔۔۔۔۔ اُن کو ذرہ برابر اختیار نہیں۔۔۔۔۔ مگر تقویۃ الایمان کے اس اڈیشن میں جو ہمارے سامنے ہے، جامع و مرتب مولانا محمد عبدالعزیز صاحب نے مولوی اسماعیل کے قدرت و اختیار کا اس طرح ذکر فرمایا ہے:-

نہیں میں اتنا قابو پایا تھا کہ جب چاہیں سو جائیں اور جب چاہیں،

جاگ اٹھیں۔۔۔

حالانکہ قرآنی آیات بتا رہی ہیں کہ اختیار تو خدا کو ہے کہ جب چاہے سلاتے، جب چاہے

اٹھائے اور جب چاہے سوتے سوتے اپنے پاس بلا لے۔

عبارات تقویۃ الایمان

اب ہم اُن عبارات و کلمات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو تقویۃ الایمان میں آج بھی موجود ہیں اور جس پر علمائے اسلام کی ایک کثیر جماعت معترض ہے۔ یہاں ہم چیدہ چیدہ صرف ۱۶ عبارات نقل کرتے ہیں۔۔۔۔۔ علمائے اسلام کا اعتراض صحیح ہے یا یہ محض ایک فتنہ انگیزی ہے جس کا داعیہ نفسِ امارہ ہے۔ اس کا فیصلہ مندرجہ ذیل حقائق و شواہد کی روشنی میں بخوبی کیا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔ تقویۃ الایمان کی عبارات ملاحظہ فرمائیں :-

پہلی عبارت :-

جس نے اللہ کا حق اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو دے دیا، اس نے بڑے سے بڑے کا حق ذلیل سے ذلیل شخص کو دے دیا کیونکہ خدا سب سے بڑا ہے اور خدا کے مقابلے میں اس کی مخلوق کی غلامانہ حیثیت ہے، جیسے کوئی تاج شاہی ایک چار کے سر پر رکھ دے۔ لے

دوسری عبارت :-

جب ہمارا خالق اللہ ہے تو ہمیں اپنے تمام مشکل اوقات میں اسی کو پکارنا لائق ہے، کسی اور سے ہمیں کیا واسطہ؟ جیسے کوئی کسی بادشاہ کا غلام ہو گیا تو وہ اپنی ضرورت اپنے بادشاہ ہی کے پاس لے جائے گا اُسے دوسرے بادشاہوں سے کیا واسطہ؟ کسی بھنگی، چار کا تو ذکر ہی کیا ہے؟

۱۔ اسمعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۳

۲۔ اسمعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۸

تیسری عبارت :-

یقین مانو ہر شخص خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرب ترین فرشتہ،
اس کی حیثیت شانِ اُوہیت کے مقابلے پر ایک چار کی حیثیت سے
بھی زیادہ ذلیل ہے۔ ۱۔

چوتھی عبارت :-

تمام انبیاء و اولیاء اس کے سامنے ایک ڈرے سے بھی کم تر ہیں۔ ۲۔
مندرجہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل کے نزدیک کسی بھی حالت میں غیر اللہ
سے استعانت جائز نہیں۔ نیز یہ کہ انبیاء علیہم السلام اور صلحائے اُمت شانِ اُوہیت کے سامنے ڈرے،
بھنگی اور چار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ (معاذ اللہ)
جہاں تک غیر اللہ سے استعانت کا تعلق ہے انبیاء تو انبیاء غیر انبیاء سے بھی استعانت کا
حدیث شریفین میں حکم ہے مثلاً ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی جنگل میں راستہ بھول جائے اور
کوئی رہبر نہ ملے تو یہ کہے :-

يَا عِبَادِ اللَّهِ اَعِيْزُوْنِيْ ! ۳

اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو!

اللہ کے ایسے بندے موجود ہیں جو نظر نہیں آتے مگر پکارنے پر بھولے بھٹکوں کو راستہ

بتلاتے ہیں۔

موتی ٹسی بات ہے جو بچوں کی سمجھ میں بھی آسکتی ہے۔ کسی کو اللہ سمجھ کر مانگنا اور

۱۔ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۳

۲۔ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۶

۳۔ شمس الدین محمد بن محمد بن یوسف البحرری، حسن حصین، مصر، ص ۲۲

بات ہے اور اللہ کا بندہ سمجھ کر مانگنا اور بات ہے۔ مانگنے، مانگنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مگر بڑا یہ کہ وہ ساری آیات جو اللہ سمجھ کر مانگنے کے متعلق تھیں اور جن کا تعلق سرِ کفار و مشرکین سے تھا ان کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا گیا جو محبوبانِ خدا سے اللہ کا مقرب بندہ سمجھ کر مانگا کرتے تھے، اس طرح اچھے خاصے مسلمانوں کو کفار و مشرکین کی فہرست میں شامل کر کے ان کا قتل عام کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ حقیقت میں رُوئے زمین پر کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کے بندوں سے اللہ سمجھ کر مانگتا ہو۔ اور بغیر عطائے ربانی کے کسی کو صاحبِ اختیار و اقتدار تسلیم کرنا ہو۔

مذکورہ اقتباسات میں مولوی اسماعیل نے انبیاء و صلحاء خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وہی لفظوں میں ذرہ، تھنگلی اور چار سے زیادہ اذیت ناک الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جن کو لکھتے ہوئے بھی قلم لرز رہا ہے۔ چار اور تھنگلی ہندوؤں کی بیچ قومیں ہیں۔ اس لئے محبوبانِ خدا کو بدترین کفار و مشرکین اور منصفوں میں سے تشبیہ دینا بلکہ ان سے بدتر کہنا کہاں تک درست ہے؟ عقل سلیم جواب دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خانہ کعبہ میں بنی ہوئی تصاویر مٹانے کا حکم دیا مگر حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی تصاویر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھ لیا۔ باقی تصاویر مٹادی گئیں اور تصویریں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی سے مٹائیں اور ان کی جگہ زعفران تل دی کہ اس جگہ کو حضراتِ قدسیہ سے ایک قسم کی نسبت تو تھی ورنہ زعفران لگانے کی چندان ضرورت نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نسبتوں کا اتنا خیال فرمایا۔ مگر مولوی اسماعیل نے انبیاء علیہم السلام کی ذواتِ عالیہ کو جن کی جعلی تصاویر کا محض نسبت کی وجہ سے

۱۔ علی بن برہان الدین الجلی: سیرت جلیہ، جلد دوم، مطبوعہ بیروت، ص ۸۷

۲۔ ابی الولید محمد بن عبد اللہ الارزقی: اخبار مکہ مطبوعہ مکہ مکرمہ، ۱۳۵۷ھ، جلد دوم، ص ۱۲۰-۱۲۱

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا خیال فرمایا، بھنگی اور چار سے بھی بدتر لگتا ہے۔۔۔۔۔ جھوٹی
تصاویر کو نسبت تھی سچے انبیاء اور ملائکہ سے تو ان کا اتنا لحاظ رکھا گیا۔۔۔۔۔ جن سچے انبیاء
کو سچے خدا سے نسبت ہے ان کا پاس و لحاظ نہ کرنا خلاف عقل بھی ہے، خلاف ادب بھی۔۔۔۔۔
اور خلاف قرآن و حدیث بھی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے کہ انہوں نے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا:-

واللہ لا علم انک حجراً تضر ولا تنفع ولولا انی رأیت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استلمک ما استلمتک فاستلمہ

(ترجمہ) بخدا میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ

نفع۔ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا

تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔۔۔۔۔ پھر آپ نے بوسہ دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے بوسہ کی لذت حاصل

کی اور صاف صاف فرما دیا کہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ اکرم نے اس پتھر کو بوسہ کے

قابل بنا دیا ہے۔۔۔۔۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے سلسلے میں بہت سی آیات و احادیث ہیں،

جن میں بہت سی پچھلے اوراق میں ذکر کر دی گئیں اور بہت سی آیات و احادیث آگے آئیں گی۔

صاحبِ فقہیۃ الایمان نے تو انبیاء و صلحاء کو اروزانہ ترین مخلوق میں شمار کیا ہے مگر خود حق تبارک و

تعالیٰ ایسی مخلوق سے ان کو ممتاز فرما رہا ہے۔۔۔۔۔ قرآنِ کریم میں جہاں مشرکین عرب کی

بیت پرستی اور بتوں سے انتہیات کا ذکر ہے تو وہاں بتوں کے مقابلے میں اپنے محبوبوں کے مقام کو

تمثیلی انداز میں یوں بیان فرمایا ہے:-

پہلی تمثیل :-

”ایک غلام ہے جو بالکل دوسروں کے اختیار میں ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔۔۔۔۔ اور ایک ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے بہت سا صاف ستھرا مال عطا فرمایا ہے اور وہ اُس کو پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا ہے۔۔۔۔۔ تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں۔۔۔۔۔ الحمد للہ لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے“ لے

دوسری تمثیل :-

”دو آدمی ہیں، ایک ان میں سے گونگا اور دوسروں کی ملک ہے۔۔۔۔۔ بے اختیار و ناتواں۔۔۔۔۔ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور اپنے مالک کو دو بھر ہو رہا ہے، جہاں اُسے بھیجتا ہے کبھی بھلائی نہیں لاتا۔۔۔۔۔ کیا ایسا گونگا، بہرا اور وہ شخص جو سنتا، بولتا اور لوگوں کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے دونوں برابر ہیں؟ لے

پانچویں عبارت :-

زیب النصار یہ کی شادی کے موقع پر آپ ان کے پاس آ بیٹھے۔۔۔۔۔ بچوں نے گانے میں یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے۔

(وفینا نبیا یعلم ما فی غد)

آپ نے اسے منع کیا اور فرمایا یہ بات نہ کہو معلوم ہوا کہ کسی بڑے سے

۱۔ القرآن الکریم، سورۃ النحل، ۷۳

۲۔ القرآن الکریم، سورۃ النحل، ۷۶

بڑے انسان کے بارے میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب داں ہے۔

لیکن یہ بات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے کی جس کو جرات ہے جو بعد نماز ظہر منبر مسجد پر شریف فرما ہو کر آثار قیامت کے بارے میں اخبار غیبیہ کا اعلان فرما رہے ہیں۔ اور پھر یہ ارشاد ہو رہا ہے۔

من احب ان یسئلنی عن شیء فلیسألنی عنہ فواللہ لایسئلونی عن شیء

الاخبر نکور بہ۔ ۱

(ترجمہ) جو شخص مجھ سے کچھ پوچھنا پسند کرتا ہے وہ اس کے بارے میں مجھ سے پوچھ لے کہ خدا کی قسم تم مجھ سے جو بات پوچھو گے میں تم کو بتاؤں گا۔ اور کیا یہ بات مدارح رسول، جلیل القدر صحابی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی کسی کو کہنے کی جرات ہے جنہوں نے برملا فرمایا :-

نبی یری ما لا یر الناس حوله ویتوا کتاب اللہ فی کل مشہد
فان قال فی یوم متالہ غائب فتصدیقہا فی ضحوة الیوم او عند
(ترجمہ) ایسے نبی ہیں کہ وہ دیکھتے ہیں جو دوسروں کو نظر نہیں آتا، ہر جلوہ گاہ میں کتاب اللہ پڑھتے ہیں۔ اگر کسی دن کوئی غیب کی بات بتاتے ہیں تو اسی دن یا دوسرے دن اُس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ قطع نظر اس روشن حقیقت کے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب دان سمجھتے تھے اگر مندرجہ بالا حدیث شریف پر غور کیا جائے تو اس سے مسند درجہ ذیل باتیں مستنبط ہوتی ہیں :-

(۱) بچوں تک وہی بات پہنچتی ہے جو گھر گھر عام ہو چکی ہو۔ بچوں کو کیا پڑی کہ خواہ مخواہ

۱۔ اسمعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۳۴-۳۵

۲۔ جلال الدین سیوطی: خصائص الکبریٰ، جلد دوم، فیصل آباد، ص ۱۰۷

۳۔ حسان بن ثابت: دیوان حسان مطبوعہ بیروت، ص ۱۲۲

اپنے دل سے ایک ایسی بات گھڑیں جو انہوں نے اپنے گھر میں نہ سنی اور وہ بھی عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچے، جن کی تربیت آغوشِ صداقت میں ہوتی تھی۔۔۔ بچوں کے یہ کہنے سے کہ "وَفِينَا بِنْيَا يَعْلَمُ هَانِي غَدًا"۔۔۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ بات زبانِ نوحِ خاص و عام کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی باتیں جانتے ہیں۔

(ب) حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تمہارے سامنے کوئی تمہاری تعریف کرے تو اس کے تہے پر خاک ڈال دو۔۔۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو یہ ہدایت فرماتے ہیں تو خود اپنی تعریف کیسے سن سکتے تھے، وہ سر پاجیز و انکسار تھے، انکسار کی حد ہے کہ صحابہ کرام کو اپنے لئے اٹھنے نہ دیتے تھے۔۔۔ ایسی سورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کو منع کرنا آپ کے عجز و انکسار پر محمول کیا جائے گا نہ کہ آپ کی بے خبری پر۔ (معاذ اللہ)

(ج) اگر واقعی آپ غیب کی باتیں نہ جانتے تھے اور یہ صفت خاص اللہ تعالیٰ کے لئے منحصر تھی تو غیر خدا میں اس کا اقرار و اثبات کفر و شرک تھا اور اس کے لئے قاتلین کی فہمائش ضروری تھی مگر حدیث شریف سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "وہی گاؤ جو پہلے گار ہی تھیں۔۔۔ اور کوئی نصیحت و فہمائش نہ فرمائی۔"

(د) شادی بیاہ کے موقعوں پر گانے وغیرہ کا ایک ماحول ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادِ گرامی سے ماحول کی تشگفتگی اور بے تکلفی کو برقرار رکھا اور اس کی پوری پوری رعایت فرمائی مگر کلام کا ایک محل ہوتا ہے۔۔۔ آپ شادی کی محفل کو شادی کی محفل ہی رکھنا چاہتے تھے، نعت کی مجلس نہیں۔ یہ آپ کا انکسار تھا۔

چھٹی عبارت :-

سب کاموں کے مختار کا نام "اللہ" ہے اور جس کا نام "محمد" یا "علی" ہے اس کو کسی بات کا اختیار نہیں۔ لے

لے اسماعیل دہلوی؛ تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ راہور، ص ۵۱

اللہ نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے اختیار نہیں کیا مگر اپنا دل چاہا تو بیک جنبشِ قلم بے اختیار بنا دیا اور اس طرح نہایت بے باکی سے خدا کے اختیار کو بھی اپنے اختیار میں لے لیا۔ جو اندازِ گفتار مولوی اسماعیل نے اختیار کیا ہے یہ انداز تو قرآن کریم میں بھی نظر نہیں آتا۔

یہاں یہ امر باعثِ تعجب ہو گا کہ مولوی اسماعیل جس اختیار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں ثابت نہیں مانتے وہی اختیار جامع تقویۃ الایمان، مولوی اسماعیل میں ثابت کر رہے ہیں، جس کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے۔ خود قرآن کہتا ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے سُلا دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے اٹھا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سوتے سوتے اٹھا لیتا ہے۔ تو سونا اور سونے کے بعد جاگنا تو اللہ کے اختیار میں ہے، مگر مولوی اسماعیل میں اس اختیار کو ثابت کیا گیا ہے۔ اس طرح وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اختیار و اقتدار میں سبقت لے گئے۔ (معاذ اللہ)

اس اقباس میں ایک اور بات نہایت افسوس ناک نظر آتی ہے کہ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ درود و سلام سے اجتناب کیا گیا۔ کم از کم یہ بات ایک مسلمان عالم سے متوقع نہیں۔ مگر یہ حقیقت مزید حیرت ناک ہے کہ پیش نظر پوری تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان میں نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ درود و سلام نہیں حتیٰ کہ اگر حدیث میں ہے تو ترجمہ میں نہیں اور ہے تو محلّ مختصر، صرف اشارہ۔ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ یہ تنگ دلی ایک معمولی مسلمان کو بھی زیب نہیں دیتی چہ جائیکہ وہ حضرات جو مرشد و مصلح بن کر سامنے آئیں۔

نہ معلوم یہ کاتب کی غلطی ہے یا مصنف کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و اقتدار کا اندازہ تو بہت سی آیات و احادیث سے ہوتا ہے۔ صرف یہی ایک آیت کافی ہے جو بتا رہی ہے کہ نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحب اختیار و اقتدار ہیں بلکہ طلب کرنے والے آپ کے وسیلے سے اختیار و اقتدار طلب کیا کرتے تھے۔ غور فرمائیں۔

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا۔ ۱

(ترجمہ) آپ کی تشریف آوری سے قبل (یہودی) آپ کے وسیع سے کافروں پر فسح و نصرت کی دُعائیں مانگا کرتے تھے۔

اب احادیث کی روشنی میں اختیار و اقتدار کا منظر ملاحظہ فرمائیں :-

(۱) اعطيت الكنوزين الاحمر والابيض ۲

(ترجمہ) سُرخ و سپید خزانے مجھے عطا کر دیئے گئے ہیں۔

(ب) لو شئت لسارت معي جبال الذهب ۳

(ترجمہ) اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے۔

الغرض بہت سی آیات و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور نبیوں

کو بے اختیار نہیں بنایا۔۔۔۔۔۔ نبوت و رسالت خود اختیار و اقتدار کی غماز ہے جس طرح حکومت و سیاست میں خلافت۔

ساتویں عبارت

معلوم ہوا کہ انسان کتنا ہی ڈھیٹ بن جائے، کتنے ہی گناہوں میں ڈوب

جائے، سرتاپا لے جیا بن جائے، پر ایسا مال ڈکارنے میں عار نہ سمجھے اور

بُرائی اور بھلائی میں تمیز نہ کرے مگر پھر بھی شرک کرنے سے اور غیر اللہ کو ماننے

سے بہتر ہے۔ ۴

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ البقرہ، ۸۹

۲۔ محمد ابو عبد اللہ ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۱۲

۳۔

۴۔ اسمعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۵۶

اس اقتباس میں مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے گنہ گار پیروں کی خوب مدافعت فرمائی ہے اور گنہ گاروں کی تقریباً ساری اقسام گناہی ہیں، یقیناً یہ اقتباس ان کے متبعین کے لئے وجہ سکون و طمانیت ہوگا۔ غیر اللہ سے مدد لینے والا اور اس حدیث پاک پر عمل کرنے والا یا عباد اللہ اعدیوں یا ایسا مشرک ہے، زمانے بھر کے گنہ گار جس کے پاسنگ بھی نہیں۔ پھر اس اقتباس میں غیر اللہ سے استعانت کا ذکر نہیں بلکہ "مانتے" کا ذکر ہے اور غیر اللہ کو ماننے بغیر انسان مسلمان ہوتا نہیں۔ اور یہاں فرما رہے ہیں کہ ماننے سے مشرک ہوتا ہے۔ خدا جانے رواروی میں ایسی بات کیوں لکھ دی جو ان کے اپنے عقیدے میں داخل نہیں یعنی رسولوں اور فرشتوں کو ماننا جو غیر اللہ ہی ہیں۔

یہاں جملہ معترضہ کے طور پر ایک واقعہ نقل کرتا چلوں۔ مولوی اسماعیل کے مؤیدین اور متبعین کی مساجد میں خطبہ جمعہ سے قبل اور خطبہ جمعہ میں خطبہ و ائمہ کا موضوع کفر و شرک ہی رہتا ہے۔ ضلع تھریپارہ (سندھ) میں شہر مٹھی میں راقم نے تین سال گزارے۔ وہاں جامع مسجد میں خطیب صاحب و جمعہ مسلسل کفر و شرک پر بولتے رہے، جب تیسرے جمعہ بھی یہی تقریر فرمائی تو نماز جمعہ کے بعد خلوت و تنہائی میں راقم نے دریافت کیا کہ مسجی میں نمازی مسلمان تھے یا کافر و مشرک؟ انہوں نے فرمایا کہ "مسلمان"۔ راقم نے عرض کیا مگر مسلسل تین جمعوں سے تو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ آپ مجمع کفار و مشرکین میں تقریر فرما رہے ہیں۔ اس پر وہ نادم ہوئے اور آئندہ جمعہ سے مغضوبوں کے بجائے محبوبوں کا ذکر کرنے لگے۔ قرآن میں کفار و مشرکین کا اس لئے ذکر ہے کہ جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو اس کے اولین مخاطب یہی لوگ تھے، اب ان آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرنا کھلی خیانت اور دیدہ دلیری ہے۔

رسول اللہ علیہ وسلم کے اختیار و اقتدار کی بات چل چکی تو یہ نرض کرتا چلوں کہ جب

رسول اللہ علیہ وسلم مختار ہیں تو گو باتم اپنے قول و عمل سے

یہ گواہی دے رہے ہیں کہ جب ان کے اختیار کا یہ عالم ہے تو اُس کے اختیار کا کیا عالم ہو گا جو مختارِ مطلق ہے! ————— وہ منظرِ صفاتِ الہیہ ہیں۔ ان کی ذاتِ قدسی ہر صفت کی جلوہ گاہ ہے۔ ————— صفات کا اقرار، ذات کے اقرار کے لئے لازمی ہے۔ ————— جو صفات سے انکار کرتا ہے اُس کی رسائی ذات تک نہیں ہو سکتی۔ ————— جب یہ کہا جاتے کہ اقتدارِ اعلیٰ صدرِ مملکت کے پاس ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مملکت کے سارے وزیر و امیر لے دست و پا ہیں۔ بلکہ اقتدارِ اعلیٰ کا ایک مرکز پر مرکوز ہونا اس بات کی روشن علامت ہے کہ مملکت میں صاحبِ اختیار و اقتدار حضرات بھی موجود ہیں، یہاں ————— طوائفِ الملوکی نہیں۔ ————— ایک نظامِ حکومت ہے۔ ————— جو حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے اختیاری کی بات کرتے ہیں اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی آیات و احادیث تلاش کرتے ہیں، اُن کو اپنے عمل پر نظر ثانی کرنی چاہیے اور یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ ————— ایک مسلمان کو یہی کرنا چاہیے؟ ————— کیا خاروں میں گل تلاش کیئے جاتے ہیں یا گلوں میں خار؟

ابوداؤد شریفین میں یہ حدیث ہے کہ ایک دیہاتی صحابی دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کو شفیع بنانا چاہتے ہیں۔ ————— آپ نے ازراہ انکسار ارشاد فرمایا:۔

”اللہ پاک کسی سے سفارش نہیں کرتا۔“

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے رہے۔ اور مجمع صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر ایک روحانی کیفیت طاری ہو گئی۔ ————— مگر مولوی اسماعیل نے اس کیفیت کو نہایت مہیب شکل میں پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

لے اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۷

اکھویں عبارت

سبحان اللہ! اور تمام انسانوں میں سے افضل انسان، محبوب خدا، احمد
مجتبے محمد رسول صلعم (کذا) کی تو یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے
ایک نامعقول بات نکل گئی تو آپ کے دہشت کے مارے ہوش
ار گئے یہ

اس موقع پر مولوی اسمعیل خلاف معمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ادب و احترام سے
پیش آئے ہیں اور یہ غالباً اس لئے کہ جو تلخ بات وہ کہنا چاہتے ہیں، نہ کھٹلے۔ مگر حسب معمول
دُرود و سلام بھول گئے اور اشارہ پر ہی اکتفا کیا، بہر کیف اس اندازِ بیان کو علم معانی و بیان میں
تاکید الذم بمایشبہ المدح کہہ سکتے ہیں یعنی مذمت کی تاکید ایسے الفاظ کے ذریعہ کرنا جو
نظاہر مدح معلوم ہوتے ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمِ ظاہر میں شفیع بنانا مولوی اسمعیل کو اچھا معلوم نہیں ہوا حالانکہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف عالمِ ظاہر بلکہ عالمِ آخرت میں بھی گنہ گاروں کے شفیع ہیں۔
یہ ڈھکی چھپی بات نہیں، بالکل ظاہر و باہر ہے۔ عالمِ ظاہر میں شفاعت پر
تو یہی ایک آیت کافی ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ لَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ

اے معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع بنانا ایک "نامعقول بات" ہے خود قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے
عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا قَدِيمًا۔ (بنی اسرائیل: ۷۹) یہاں مقام محمود سے مراد مقام
شفاعت ہی ہے۔ اس کے علاوہ آیت مذکورہ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَىٰ آلِهِمْ
پر دلالت کرتی ہے۔ مسعود

۱۰ اسمعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۷

الرَّسُولُ يُوجَدُ وَاللَّهُ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝

(ترجمہ) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول اُن کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

ایک حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عظمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
اذکان یوم القیامۃ کنت امام النبیین وخطیبہم وشفاعتہم
غیر فخر۔ ۷

(ترجمہ) قیامت کے دن میں انبیاء کا امام اور خطیب اور اُن کا صاحب شفاعت ہوں گا اور یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔

ان تمام حقائق کے باوجود مولوی اسماعیل نے اپنے مطلب کی بات نکالی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کام کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور شفیع بنانا نامعقول بات ہے۔ (معاذ اللہ)۔
پھر اگر نامعقول بات ہے تو ہوش اُس کے اڑنے چاہتیں جو نامعقول بات کہے
سننے والے کے ہوش اڑنا عجیب بات ہے اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوش
قلبِ مسلم یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ الفاظ استعمال کرنا کہہ :-
”دہشت کے مارے ہوش اڑ گئے“

انتہا درجہ کی بے باکی اور کُستاخی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوش تو اُس وقت بھی قائم رہیں گے جب قیامت کی دہشت سے سب کے دل دہل رہے ہوں گے اور سب حیران و

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ النساء ۶۴

۲۔ (ا) امام محمد بن علیسی؛ ترمذی شریف، جلد دوم، ص ۲۰۱

(ب) جلال الدین سیوطی؛ خصائص الکبریٰ، جلد دوم، فیصل آباد، ص ۲۲۴

پریشان ہوں گے۔ آپ ہی دربارِ الہی میں سب سے پہلے حاضر ہوں گے۔

قرآن حکیم میں جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب پہاڑ پر تجلیاں جلوہ ریز ہوئیں تو اس کی تاب نہ لاکر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہوش ہو گئے۔
موسیٰ نے ہوش رفت بیک پر تو صفات
توعین ذات می نگری در تبسمی

اسی قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا جا رہا ہے کہ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ آپ نے پروردگار کی بڑی بڑی تجلیاں اور نشانیاں دیکھیں مگر مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا ضَعُفَ الْمَعْرِضُ ہوش ہونا تو بہت دور کی بات ہے آپ نے تو آنکھ بھی نہ جھپکی اور نظر بھی نہ بہکی۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ جس صفحے پر مولوی اسماعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ ناشائستہ کلمات لکھے ہیں اسی صفحے پر یہ شعر بھی لکھا ہے۔

از حشر انخواہیم توفیق ادب

بے ادب محروم گشت از فضل رب

اللہ اللہ! توفیق ادب کی التجا ہے اور بے ادبی ہوتی جا رہی ہے، سچ ہے ع

بے ادب محروم گشت از فضل رب

نویں عبارت

ایک حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے فرمایا:-

۱۸۔ القرآن الحکیم، سورۃ النجم، ۱۸

۱۷۔ القرآن الحکیم، سورۃ النجم، ۱۷

یوں نہ کہو جو اللہ نے چاہا اور محمدؐ نے چاہا بلکہ یوں کہو جس کو اللہ و حدیث لائے
نے چاہا۔ ۱

یہ کلمات نا تمام نقل کیے۔ اصل الفاظ یہ ہیں :-

لا تقولوا ما شاء الله و شاء فلان ولكن قولوا ما شاء الله
شع شاء فلان۔ ۲

(ترجمہ) یہ نہ کہو جو اللہ نے چاہا اور فلاں نے چاہا بلکہ یوں کہو جو اللہ نے چاہا پھر
فلاں نے چاہا۔

اس حدیث شریف میں حضور تو حضور، غیر کی چاہت سے بھی اعراض نہیں کیا گیا مگر چاہنے
کا سلیقہ بتا دیا۔ مگر مولوی اسمعیل دہلوی نے حدیث شریف کا وہ حصہ نقل کر کے جس سے ان کی
مزعومہ بات ثابت ہوتی تھی یہ نتیجہ اخذ کیا۔

دسویں عبارت

یعنی شان الوہیت میں کسی مخلوق کو دخل نہیں، خواہ وہ کتنا ہی بڑا اور کیسا
ہی مقرب کیوں نہ ہو مثلاً یوں نہ کہا جائے کہ اللہ اور رسول چاہے گا تو کام
ہو جائے گا کیونکہ دنیا کا سارا کاروبار اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول
کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ۳

تخیل قبلہ کا واقعہ رسول علیہ السلام کی چاہت کا ایک ادنیٰ معجزہ ہے۔ ایک چہرے کے پھرنے
سے سارے عالم کے چہرے پھر گئے۔ یہ کوئی معمولی بات ہے؟

۱۔ اسمعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۹

۲۔ قطب الدین خان: مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف، جلد اول، لاہور، ص ۵۱۰

۳۔ اسمعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۹

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا
فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا
وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۗ

(ترجمہ) ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف مُنہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں
پھیر دیں گے اُس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ ابھی اپنا مُنہ پھیرو
مسجدِ حرام کی طرف اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا مُنہ اس طرف کرو۔
کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

اے زبے شانِ عبدیتِ تری تو جدھر ہے اُدھر خدائی ہے

ایک دوسری آیت میں اس چابوت کی مزید تشریح کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔
وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ
مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقْبَيْهِ ۗ

(ترجمہ و تفہیم) جس قبلے کی طرف تمہاری نگاہِ کرم تھی ہم نے اُس کو اس لئے قبلہ بنایا
کہ یہ اعلانیہ ظاہر ہو جائے کہ کون تمہاری چابوت کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے تمہاری پُری
کرتا ہے اور کون اس چابوت کو ٹھکرا کر اُلٹے پاؤں پھرتا ہے۔

کیا خوب کہا ہے ع

کعبہ کا کعبہ روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چابوت کو جس نے ٹھکرایا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور وہ مردود ٹھہرا۔
اسی لئے خلیفہ ہارون الرشید کے دستِ سخاوت پر جب کدو پک کر آیا۔ ایک صاحب نے کہا کہ

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ البقرہ، ۱۴۴

۲۔ القرآن الحکیم، سورۃ البقرہ، ۱۴۳

”اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔“

مولوی اسماعیل نے حسب معمول ان منکسرانہ الفاظ کو حقیقت پر محمول کر کے جو نتیجہ نکالا

وہ یہ ہے :-

بارھویں عبارت

یعنی تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، جو بہت بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے۔ اُس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کرو، باقی سب کا مالک اللہ ہے۔ عبادت اسی کی کرنی چاہیے۔ معلوم ہوا کہ جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں، خواہ انبیاء ہوں، اولیاء ہوں، وہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر حق تعالیٰ نے انہیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہوتے ہیں۔

حدیث شریف میں صرف ”بھائی“ کا ذکر ہے، چھوٹے بڑے کا نہیں۔ مولوی اسماعیل نے لفظ ”بھائی“ کو حقیقت پر محمول کر کے اس کی تقسیم کی اور چھوٹے بڑے بھائی کا بزرگ خود تعین کیا، اس کے علاوہ حدیث شریف میں ”بے بسی“ کا کوئی ذکر نہیں لیکن چونکہ مولوی اسماعیل انبیاء و اولیاء کو بے بس دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے یہ بات اپنے دل سے نکال لی۔ مولوی اسماعیل کی تشریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ سے زیادہ ”بڑے بھائی“ کا درجہ دینے کے لئے تیار ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ قرآن حکیم بھائی تو بھائی آپ کو باپ کہنے کی بھی ممانعت کر رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ
وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ

۱۔ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، ص ۱۷

۲۔ القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب، ۲۰

(ترجمہ) محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

بلکہ اس سے بھی زیادہ :-

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ

(ترجمہ) یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

جو رسول کریم علیہ التھیۃ والتسلیم باپ سے زیادہ عزیز ہو اور جان سے زیادہ مالک و محبوب ہو اُس کو بڑا بھائی کہنا کس قدر جرات دے باقی کی بات ہے۔

تذکیر الاخوان مولوی اسماعیل سے منسوب کی جاتی ہے اس میں سورۃ الحجرات کی ایک آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

تیرھویں عبارت

یعنی طاقتور مسلمان بڑا بھائی اور کمزور مسلمان چھوٹا بھائی ہے۔ اور غیر مسلم بھائی ہے ہی نہیں۔ پھر بادشاہ ہو یا امیر، حاکم ہو یا وزیر، مولوی ہو یا مفتی، مشائخ ہو یا پیر اور امیر یا فقیر بھائی سے زیادہ کسی کی حقیقت نہیں جب مسلمان کے لئے یہ بات ہے تو کافروں کو تو گدھوں،

گتوں یا چوڑے چاروں کی طرح سمجھنا چاہیے۔

اس اقتباس سے تو یہ معلوم ہوا کہ انبیاء و صلحاء بڑے بھائی بھی نہیں بلکہ چھوٹے بھائی ہیں کیونکہ مولوی اسماعیل کے نزدیک وہ کمزور ہیں اور معاذ اللہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب، ۶۱

۲۔ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۶۸

اگر ان اقتباسات پر زیادہ غور و فکر فرمائیں تو اور تلخ حقائق سامنے آتے ہیں۔
 پچھلے بہت سے اقتباسات میں انبیاء و اولیاء کو اللہ کی شان کے آگے (معاذ اللہ) چارہ ہی
 نہیں چارہ سے زیادہ ذیل کہہ آئے ہیں اور اب یہ کہہ رہے ہیں کہ کافروں کو چوڑے، چاروں کی طرح
 سمجھنا چاہئے، تو معاذ اللہ کفار و مشرکین، انبیاء و اولیاء سے ایک درجہ اوپر ہوتے۔ کیوں کہ کفار
 چار کی طرح اور وہ معاذ اللہ چارہ سے زیادہ ذلیل۔ اور بقول مولوی اسماعیل، کافر بھائی ہے
 ہی نہیں تو معاذ اللہ جو ان سے نیچے درجے پر ہوا وہ کیسے بھائی ہوا؟۔ اس قسم کا
 اظہار خیال تو دور جدید کے کسی غیر مسلم نے بھی نہ کیا۔ ان کلمات کو سن کر غیر مسلموں کے
 سامنے ہماری نگاہیں جھک جاتی ہیں۔ افسوس صد افسوس یہ کیا لکھ دیا!
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو یہ فرماتے ہیں:-

ان الله فضل محمدًا على الانبياء وعلى اهل السماء.

اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمان والوں اور کل نبیوں پر فضیلت دی۔
 اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں:-

انا اكرم الاولين والآخرين على الله ولا فخر.

میں اللہ کے نزدیک اولین و آخرین سے بہتر ہوں اور یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔

اور قرآن حکیم نے جو آپ سے اُلفت و محبت کا معیار رکھا ہے، وہ ہرگز معاشرے کے کسی بڑے

بھائی کے لئے نہیں رکھا جاتا، غور کرو، خوب غور کرو۔ ارشاد ہوتا ہے:-

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ

۱۔ محمد ابو عبد اللہ ولی الدین بشکوۃ المصباح: باب فضائل سید المرسلین، فصل ثالث، مطبوعہ دہلی

۲۔ ایضاً، ص ۵۱۴

۳۔ القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۲۴ (یہ آیت بھیچھے آپکی ہے)

ترجمہ) آپ فرمائیے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا نسب اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سود جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان، یہ چیزیں اللہ اور اُس کے رسول اور اُس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔ الخ

اور اس آیت کی تشریح و تفسیر مزید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے :-

لَا يَوْمَن أَحَدٌ كَوَاحِتِي إِكُونِ أَحِبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ
اجمیعین لے

(ترجمہ) تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُس کے نزدیک اُس کے والد اُس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اور ایک اور حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے کہ ایمان کی حلاوت اُس کو ملے گی۔

مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا ۚ

(ترجمہ) جس شخص کے نزدیک اللہ اور اُس کا رسول تمام ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔

یقیناً یہ کوئی عظیم شخصیت ہے جس سے محبت کے لئے اس قدر فداکارانہ اور جانثارانہ جذبے

کی ضرورت ہے۔ ہاں یہ اتنی عظیم ہے جس کا تعارف خود خدا کر رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَأَهْلَهَا لِأَعْرِفَهُمْ كَمَا مَتَّكَ وَمَنْزِلَتِكَ لَوْ كَلْتُ

مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا ۚ

(ترجمہ) میں نے دنیا اور مخلوقات دنیا اس لئے بنائی کہ میری بارگاہ میں جو تمہاری عزت و

۱۔ محمد بن اسماعیل: بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۸، حدیث ۱۴

۲۔ بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۱۴، حدیث ۲

۳۔ احمد زینی الدحلان مکی: السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ، علی حاشیہ سیرت الجلبیہ، بیروت، ص ۷ (بہدایت ابن عساکر)

منزلت ہے ان پر ظاہر کروں، اگر تم نہ ہوتے تو میں دُنیا نہ بناتا۔

غور کرو، دُنیا دار العمل ہے اور آخرت دار البخر۔ دار البخر کا دار و مدار دار العمل پر ہے جب دار العمل ہی نہیں تو دار البخر۔ اِکِیسا، اس حدیث کا اب یہ ترجمہ ہوگا کہ اگر تم نہ ہوتے تو میں دُنیا و آخرت پیدا نہ کرتا۔ چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے:-

لَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتَ وَلَا اَرْضًا وَلَا سَمَاءً۔ ۱

(ترجمہ) (اے آدم) اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو نہ میں تجھے پیدا کرتا اور نہ آسمان و زمین کو بناتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلال رسالت لے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ہے:

۱۔ يا عمرا تدرى من انا؛ انا الذى بعثنى الله فى التوراة

لموسى فى الانجيل لعيسى وفى الزبور لداود ولا فخرى

(ترجمہ) اے عمر تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ میں وہ ہوں

جس کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے لئے تورات میں مبعوث فرمایا، عیسیٰ کے

لئے انجیل میں اور داؤد کے لئے زبور میں مبعوث فرمایا۔ اور

اس پر مجھے کوئی غرور نہیں۔

ب۔ يا عمرا تدرى من انا؛ انا اسمى فى التوراة احيى وفى

الانجيل البارقليط وفى الزبور حميا ط وفى صحف ابراهيم

طاب طاب ۳

(ترجمہ) اے عمر! تم کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں؟ میں وہ ہوں

۱۔ احمد زینی الدحلان مکی: السیر النبویہ الآثار الحمیدیہ، علی حاشیہ سیرت الحلبیہ، بیروت، ص ۵

۳، ۲۔ علی بن برہان الدین الحلبی: سیرت حلبیہ، مطبوعہ مصر، ص ۲۳۳

جس کا نام ثورات میں "احمد" ہے اور انجیل میں "بارقلیٹا" ہے، زبور میں "حمیاطا"

ہے اور صحیفہ ابراہیم میں "طاب طاب"۔

کیا ایسی عزت والے اور ایسی منزلت والے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے یہ خیال بھی کیا جاسکتا ہے کہ وہ ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہیں اور اللہ کے بے بس بندے؟

برگز نہیں نہگز نہیں۔۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کا عالم اس آیت

شریفہ سے ظاہر ہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آلَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا
اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ
رَاغِبُونَ ۝ ۷۰

(ترجمہ) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اللہ اور رسول کے دیئے پر راضی ہوتے اور کہتے
خدا کافی ہے۔ اب ہمیں دے اللہ اور رسول اپنے فضل سے، ہم اللہ کی
طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

میلوی اسمعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور رب تعالیٰ کے درمیان جو حد فاصل کھینچی ہے
خود رب تعالیٰ نے اس کو مٹا دیا اور اپنے ساتھ اپنے محبوب کا ذکر کر کے اس خیال کو باطل کر دیا کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سامنے بے بس ہیں۔۔۔۔۔ بلکہ اس کی معیت کا بلکہ میں مختار ہیں۔
چنانچہ بخاری شریف میں ہے:-

انہ کان فقیرا فاغناہ اللہ ورسولہ۔ ۷۰

(ترجمہ) (ابن جمیل) فقیر تھا، اللہ اور اس کے رسول نے اس کو غنی کر دیا۔

۷۰ القرآن الحکیم، سورۃ التوبۃ، ۵۹

۷۰ محمد بن اسمعیل البخاری: صحیح البخاری، جلد اول، باب قول اللہ تعالیٰ و فی الرقاب والغارمین

مطبوعہ قصور، ص ۱۹۸

بے بس کیسے ہو سکتا ہے جو دوسروں کو بھی غنی بنا دے۔۔۔۔۔ ذرا غور تو کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا بھائی کہنے میں مذہبی اور روحانی خطرات تو ہیں ہی مگر اس میں بہت سے نفسیاتی اور سیاسی خطرات بھی ہیں۔

ہر انقلاب برپا کرنے کے لئے کسی نہ کسی شخصیت سے ایسی چسپیدگی اور پیوستگی ضروری ہے جس سے فداکاری اور جاں نثاری کے تمام عناصر موجود ہوں، اگر یہ والہانہ تعلق نہیں تو کوئی انقلاب برپا نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ تاریخ عالم پر نظر ڈالئے، آپ کو یہی کچھ دکھائی دے گا۔۔۔۔۔ گذشتہ

نصف صدی میں ہندوستان، پاکستان، روس، چین، ویت نام وغیرہ میں ایسی شخصیتیں ابھریں قوم نے جن سے اپنے فداکارانہ تعلق کا مظاہرہ کیا اور انقلابات آئے۔۔۔۔۔ توجہ

علاقائی انقلابات کے لئے قوم کا شخصیتوں سے ایسا والہانہ تعلق ضروری ہے تو غور کریں کہ جس ذاتِ قدسی نے سارے عالم کو متاثر کیا اور ایک عظیم انقلاب برپا کیا اس سے کس کمال کی پیوستگی ضروری ہے یا نہیں؟۔۔۔۔۔ دنیا میں اسلامی انقلاب کا سب سے بڑا محرک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتِ اسلامیہ کا یہی جاں نثار تعلق ہے جو مطلوب و مقصودِ قرآن ہے۔۔۔۔۔

مولوی اسماعیل نے تقریباً ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء کے لگ بھگ بڑے بھائی "کانگرہ لکایا اور اس تعلق کو کمزور کیا جو سیاسی قوت کی جان ہے تو کیا ہوا؟۔۔۔۔۔ بالاکوٹ میں شکست

ہوئی، پھر سکوتِ دہلی کا سانحہ پیش آیا اور عملاً ہندوستان ہاتھ سے چلا گیا، سلطنتِ عثمانیہ پر زوال آیا۔۔۔۔۔ الغرض اس نعرے نے اسلامی ساکھ پر ضرب کاری لگائی۔۔۔۔۔ اور جب وہی قرآنی نعرہ

لگایا گیا اور سب کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی طرف بلایا تو دنیا نے دیکھا کہ سینہ رنگتی پر ایک عظیم سلطنت پاکستان ابھر رہی تھی اور جب اس جذبہٴ عشق کو دیا تو یہی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور ایک ہمہ گیر انتشار پیدا ہو گیا جو اسی وقت ختم ہوا جب غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سینہ سپر ہو کر میدان میں آئے اور پھر دنیا نے دیکھا کہ ایک تعمیری انقلاب آیا۔۔۔۔۔ تو ان تمام شواہد

کو سامنے رکھتے ہوئے دل خود بخود گواہی دیتا ہے کہ سیاست و حکومت کی بنا اور استحکام کے لئے بھی

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ اور جاں نثارانہ عشق و محبت لازمی ہے۔ ع
 وہر میں اسم محمد سے اُجالا کر دے

چودھویں عبارت

بخاری شریف اور مسلم شریف کی ایک حدیث میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ انکسار فرمایا۔
 میں تو محض اُس کا بندہ ہی ہوں، تم مجھے اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول کہو۔
 مولوی اسمعیل نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے :-

مگر بشر رسول بن کر بھی بشر ہی رہتا ہے، بندہ ہونا ہی اُس کے لئے سبب
 فخر ہے۔ نبی بن کر بشر میں خدائی شان نہیں آجاتی اور خدا کی ذات میں
 نہیں مل جاتا، بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔ ۱۷

یہ بات مولوی اسمعیل کو خدا سے کہنی چاہیے کہ بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔ کیونکہ خدا نے قرآن کریم
 میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس معیت و محبت کا اظہار فرمایا ہے اس کو دیکھ کر تو یہ شعر نہ بان پر
 آتا ہے :-
 تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو، نہ خدا ہو
 اللہ ہی کو معلوم ہے، تم کون ہو، کیا ہو؟

ایک حدیث شریف میں خود ارشاد فرمایا کہ یا ابا بکر والذی بعثنی بالحق لعل
 یعلمنی حقیقۃً غیر ربی۔ اے ابو بکر! قسم ہے اُس کی جس نے سچائی کے ساتھ مجھے بھیجا
 میری حقیقت سوائے میرے پروردگار کے کسی نے نہ جانی۔ ہم کون اُن کے مقام کا
 تعین کرنے والے! خداوند تعالیٰ نے اپنی اور اپنے حبیبِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے

۱۷ اسمعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۳۳

۱۸ ایضاً، ص ۳۳

۱۹ محمد المہدی الفاسی: مطالع المسرات، فیصل آباد، ص ۱۲۹

محبت کے لئے دوہرا معیار نہیں رکھا، ایک ہی معیار رکھا۔ بشر کو بشر کے مقام پر رکھنے کا تقاضا یہ تھا کہ خدا اور بندے کے لئے محبت کے الگ الگ معیار ہوتے، لیکن نہیں، ایسا نہیں کیا گیا، بلکہ قرآن کریم میں جہاں اپنی محبت کو دنیا جہان کی محبت سے بالا تر رکھنے کا حکم دیا وہاں یہی حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی دیا اور اپنی محبت کی طرح آپ کی محبت کو بھی دنیا جہان کی محبت سے بالا تر قرار دیا اور صاف صاف فرما دیا کہ اگر تم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسی محبت نہیں کر سکتے تو عذاب الہی کا انتظار کرو۔

یہ جو مولوی اسماعیل نے کہا کہ بندہ ہونا ہی اس کے لئے سببِ فخر ہے۔ یہ غور نہ فرمایا کہ بندے تو ہم بھی ہیں، یہ فخر تو ہم سب کو حاصل ہے۔ پھر نبی اور رسول کا امتیاز کیا ہے؟ کم از کم اقبال والی بات کہہ دی جوتی۔ وہ کہتا ہے کہ بندے تو سب ہی ہیں مگر بندہ ہونے اور اُس کا بندہ ہونے میں بڑا فرق ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ ۗ

(ترجمہ) پاکی اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔

فَادْخَىٰ إِلَىٰ عِبْدِهِ ۗ

(ترجمہ) پس وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

سُبْحَانَ اللَّهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ! ہاں ۛ

عبد دیگر، عبدہ چیزے دیگر

(اقبال)

ماسر اپا انتظار، او مُنْتَظَرٌ

وہ کہتا ہے کہ ہم جیسے بندوں کا تو حال یہ ہے کہ ہم رحمتِ باری کا انتظار کر رہے ہیں اور اُن کا حال یہ ہے کہ رحمتِ باری اُن کا انتظار کر رہی ہے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ!

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ بنی اسرائیل، ۱

۲۔ القرآن الحکیم، سورۃ النجم، ۱۰

ضرور سماعت فرمائیں، جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بلندی پر پہنچایا کہ عقل کے پر چل گئے
سنئے :-

ان محمدًا یوم القیامة علی کرسی الرب بین یدی الرب
(ترجمہ) بے شک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اپنے رب کے
حضور اُس کی کرسی پر جلوہ افروز ہوں گے۔

اب کس کی جرأت ہے جو خدا سے یہ کہے کہ تو نے اپنے حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے
سامنے اپنی کرسی پر کیوں بٹھایا، یہ تو بشر ہیں، ان کو بشر ہی کے مقام پر رکھ ؟
پندرہویں عبارت

ایک حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے مولوی اسماعیل لکھتے ہیں :-

پہلے معنی کے لحاظ سے ایک چیونٹی کا سردار بھی آپ کو نہ مانا جائے کیونکہ
آپ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرف کے مختار نہیں۔ ۱

ایسے الفاظ لکھتے ہوئے دل لرزتا ہے اور قلم کا پنتا ہے نہ معلوم مولوی اسماعیل نے کس دل

سے یہ باتیں لکھ دیں!

حدیث شریف میں آتا ہے :-

اعطیت الکنزین الاحمر والابيض۔ ۲

(ترجمہ) میرے ہاتھ میں سُرخ و سپید دونوں خزانے دے دیئے گئے۔

جب کوئین کے خزانے دئے دیئے گئے تو اب یہ کہنا کہاں تک صحیح ہوگا کہ آپ کو اپنی طرف

۱۔ تجلی الیقین، مطبوعہ مراد آباد (۱۳۵۵ھ)، ص ۲۹ بحوالہ نسیم الریاض للعلامة الشہاب الخفاجی

۲۔ مولوی اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۷۶

۳۔ محمد ابو عبید اللہ دلی لدین: مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین، دہلی ۱۹۳۲ء، ص ۵۱۲

سے ایک چوٹی میں بھی تصرف کا اختیار نہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ————— جب مختار بنا
دیا گیا تو پھر مجبوری کی بات کرنا معقول بات نہیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہبت و جلال کا یہ عالم ہے کہ درندے تک نامِ نامی سن کر غلاموں
کی رہنمائی کرتے ہیں۔ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرزمینِ روم میں لشکر سے بچھڑ
گئے۔ تلاش کرتے پھر رہے تھے کہ جنگل سے شیر نمودار ہوا۔ آپ نے بے ساختہ فرمایا:-

يا اباالحارث انا صولى رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ لے

(ترجمہ) اے شیر! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔

یہ سنا تھا کہ شیر قدموں میں جھک گیا اور آپ کی رہنمائی کی یہاں تک کہ آپ لشکر سے مل گئے

کیا کسی مجبور انسان کی بھرپور پر اس طرح حکومت ہوتی ہے؟

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب ہرقل روم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال مبارک سنے

تو بے ساختہ پکار اٹھا:-

فسيدك موضع قدمي هاتين لے

(ترجمہ) عنقریب وہ میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کے (یعنی تخت و تاج کے)

مالک ہوں گے۔

اور اسی حدیث میں آیا ہے کہ ہرقل روم نے بڑا کہا:-

هذا ملكت هذا الامم قد ظهر لے

(ترجمہ) یہی اس زمانے کے لوگوں کا بادشاہ ہے جو ظاہر ہو گیا۔

لے ابو نعیم الاصبہانی: حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ بیروت، جلد اول، ص ۳۶۹

لے محمد بن اسمعیل البخاری: صحیح البخاری، کتاب الوصی، باب نمبر ۱، حدیث نمبر ۶

لے بخاری شریف، کتاب الوصی، باب نمبر ۱، حدیث نمبر ۶

جو بات غیر مسلم ہوتے ہوئے ہر قبل روم پا گیا افسوس وہ بات مسلم و عالم ہوتے ہوئے صاحب تقویۃ الایمان نے نہ پائی۔۔۔۔۔ اب تاویل کرنے والا یہ تاویل کرتا رہے کہ اُن کا مقصد اُس اختیار و اقتدار کی نفی کرنا تھا جو صرف حق مجدد سے وابستہ ہے۔۔۔۔۔ مگر سوال کرنے والا سوال کر سکتا ہے کہ آخر اس کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اور اس بے ڈھنگے طریقے سے اس حقیقت کا اظہار کیوں فرمایا جس سے سرانہ تنقیص رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی بو آ رہی ہے۔۔۔۔۔ کسی وزیر اعظم کو کوئی بادشاہ اختیار و اقتدار دے اور اُس کی رعیت میں سے اُٹھ کر کوئی یہ کہنے لگے: اُسے وزیر اعظم تیری کیا حقیقت ہے۔ تجھے تو ایک چوٹی میں بھی تصرف کا اختیار نہیں، جو کچھ تجھے اختیار ملا ہے وہ تو بادشاہ نے دیا ہے۔۔۔۔۔ مگر کسی کی جرأت نہیں جو یہ بات وزیر اعظم سے کہے۔۔۔۔۔ اور اگر کہے گا تو برادر باری اُسے گستاخ ہی سمجھے گا حالانکہ جو کچھ اُس نے کہا غلط نہ تھا۔۔۔۔۔ تو غور کریں کہاں وہ دُنوی وزیر اور کہاں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی جناب عالی!

سو لکھویں عیارات

ایک حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے مولوی اسماعیل جبروتی انداز میں اپنے مزخومات کو اس طرح ثابت کرتے ہیں:-

میرا نام محمد ہے، میں خالق یا رازق نہیں، میں عام لوگوں کی طرح اپنے باپ ہی سے پیدا ہوا ہوں اور میرا شرت بندہ ہونے میں ہے، البتہ عوام میں اس بات سے جدا ہوں کہ میں اللہ کے احکام کو جانتا ہوں۔ لوگ نہیں جانتے۔ لہذا انہیں مجھ سے اللہ کا دین سیکھنا چاہیے۔ ل

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغی جماعت کا امیر بنا کر پیش کرنا کتنی بڑی جرأت ہے اور اہل دل کے لئے کس قدر تکلیف دہ ہے۔۔۔۔۔ کم از کم حدیث شریف کی شرح لکھتے وقت نام محمد

کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دیتے۔ مگر غیظ و غضب میں یہ باتیں بھول گئیں۔

ثابت یہ کرنا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک عام انسان کی طرح ہیں، خاص اس لئے ہو گئے کہ وہ احکام الہی جانتے تھے اور لوگ نہ جانتے تھے۔ اس سے تو یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ہر عالم دین معتاد رسالت پر فائز ہے۔ (معاذ اللہ)۔ اسی انداز فکر نے دعویٰ نبوت کے لئے زاہد ہوا کر

دی اور اب بھی بعض طبائع میں یہ انانیت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح فرمائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت کو ان کے سینے میں جگہ دے۔ آمین!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالتِ علمی کا اندازہ تو اس حدیث شریف سے ہوتا ہے جس میں آپ نے فرمایا۔

ان اتفکروا علمکم باللہ انا لہ

(ترجمہ) بے شک تم میں سب سے زیادہ احکام الہی کا پاسدار اور ذات الہی کا جاننے

والا میں ہوں۔

اُس کی عظمت کا کیا ٹھکانہ جو نوع انسانی میں سب سے زیادہ ذات الہی کا عرفان رکھتا ہو!

کیا ایسی عظیم شخصیت کا اسی طرح تعارف کرانا چاہیے تھا جس طرح صاحبِ تقویۃ الایمان نے کرایا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حد درجہ عجز و انکسار تھا۔ چنانچہ امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے شامل ترمذی شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کے باب میں اس قسم کی احادیث کا ذکر کیا ہے جس قسم کی احادیث سے مولوی اسماعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارجِ عالیہ گھٹانے کی کوشش کی ہے۔

کسی کے تواضع و انکسار سے اُس کی کمتری پر استدلال کوئی معقول بات نہیں۔ مثلاً

تواضع میں کوئی عالم یہ کہے کہ فقیر کسی لائق نہیں، تو کوئی معقول آدمی اس عالم کو جاہل و نالائق نہیں

کہہ سکتا۔ تواضع و انکسار اسلامی تہذیب کا ایک حصہ ہے، مغربی تہذیب میں جس کا

نام و نشان نہیں۔ احادیث کی تشریح کرتے وقت اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہیے۔

لے بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۱۳، حدیث ۱۹

تاثرات و تمیزات

- آپ سُن چکے، کہنے والے نے دُبے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب و سوال کرنا ایسا ہے جیسے کوئی تاج شاہی ایک چار کے سر پر رکھ دے۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے دُبے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) جس نے رسول علیہ التَّحِيَّةِ والتَّسْلِيمِ کو پکارا اُس نے بھنگی اور چار کو پکارا۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے دُبے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سامنے ذرے سے بھی کم تر اور چار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف لفظوں میں کہا کہ (معاذ اللہ) جس کا نام محمد یا علی ہے اُس کو کسی بات کا اختیار نہیں۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف لفظوں میں کہا کہ (معاذ اللہ) دو عالم کے تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے دہشت کے مارے ہوش اُڑ گئے۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف صاف کہا کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف صاف کہا کہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بے بس بندے اور ہمارے بڑے بھائی ہیں۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے توحید کے پردے میں یہ کہا کہ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چیونٹی کے بھی سردار نہیں۔ — آپ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرف کے

مختار نہیں۔ (معاذ اللہ)

○ آپ سُن چکے، کہنے والے نے یہ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام لوگوں کی طرح اپنے باپ سے پیدا ہوئے اور ان کو عوام پر صرف اس لئے برتری حاصل ہے کہ وہ اللہ کے احکام جانتے تھے اور لوگ نہ جانتے تھے۔ (معاذ اللہ)

آپ نے اہانت و گستاخی کے خازنوں کو دیکھا جہاں اہل محبت کے قدم لڑکھڑاتے ہیں۔
جہاں الفاظ کی پکاروں اور معافی کی آہوں سے کلجہ منہ کو آتا ہے اور سینے شق ہوئے جاتے

ہیں۔ اللہ اللہ۔ کیسی کیسی باتیں کہہ دیں۔ حرمِ عشق میں

کہرام مچا ہوا ہے۔ آنکھیں اشکبار ہیں۔ دل فگار ہیں۔ کوئی تو

ان محبت کے ماروں کی خبر لے۔ کوئی تو ان کی آہیں سُنے۔ کوئی تو ان کے

نالے سُنے۔ ہاں یہ کس نے قیامت ڈھائی ہے؟ ہاں یہ کس نے

دل دکھایا ہے؟ ہاں یہ کس نے چرکا لگایا ہے؟ ہاں کسی کا نام نہ لو۔

عہ آہوں سے شرابے اُٹھتے ہیں آنکھوں سے ریا بہتے ہیں

حرمِ عشق میں آگ لگائی تھی۔ بچھانے والوں نے بچھادی تھی۔

مگر پھر لگائی جا رہی ہے۔ محبت والو! گھر کی خبر لو۔ ہاں اس کو اُجڑنے نہ دینا

یہ اُجڑ گیا تو جہان اُجڑ گیا ہے۔

ردِ نقِ ہستی ہے عشقِ حسانہ ویراں ساز سے

انجمن بے شمع ہے گھرِ برقِ حسانہ میں نہیں

درسِ محبت لینا ہے تو صحابہؓ سے لو۔ عشقِ خانہ ویراں ساز نے اُن سے اُن کے

بزرگوں، عزیزوں اور پیاروں کو چھڑایا۔ ہاں ان کے جگر کے ٹکڑوں کو چھڑایا۔

اور انہوں نے اللہ اور اللہ کے رسول، دو جہاں کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر سب کو چھوڑ دیا

ہاں وہ پاسا را ناموسِ مُصطفیٰ تھے۔ تم اسی محبت کی پرورش کرنا۔

قیموں کے جائے پناہ، بیواؤں کے نگہبان۔

اور سنیے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا فرما رہی ہیں:-

فصلی الملیک و لی العباد
رب العباد علی احمدؑ

(ترجمہ) احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بندوں کے بادشاہ، بندوں کے والی اور

بندوں کے پروردگار نے درود و سلام بھیجا ہے۔

اللہ اللہ! ان اللہ و ملائکته یصلون علی النبیؐ۔ ۷

اللہ اور اُس کے فرشتے نبی کریم، رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام

بھیج رہے ہیں۔ ۷

کعبہ کا کعبہ روتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ ایک آیت ہدایت کے لئے کافی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی

ساری تقریریں ایک طرف اور یہ آیت ایک طرف۔ اس نکتہ کو حضرت فاطمہ الزہراء

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سمجھا اور ہم کو سمجھایا۔ کاش ہماری سمجھ میں آجاتے!۔

اور دیکھئے ببل چنستان رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کیا فرما رہے ہیں:-

۱۔ فامسی سراجا مستنیرا ہادیا

یلوح کمالا ح الصیقل المہند

(ترجمہ) وہ روشن چراغ اور ہادی بن کر تشریف لائے۔ اور اس طرح چمکے جس طرح

چمکائی ہوئی تلوار چمکتی ہے۔

۱۔ یوسف النہانی: حجة اللہ علی العالمین، ص ۷۴، بحوالہ شمس الدین ناصر الدمشقی، سلوة الکتیب لوفاة الحسن

۲۔ القرآن الحکیم، سورة الاحزاب، ۵۶

۳۔ جبرائیل بن البرقونی، منزح ذبیان، ص ۱۰۱، بن ثابت، بیروت ۱۹۶۶ء، ص ۱۳۵

(ب) ما ان مدحت محمد اجمالتی
 لکن مدحت مقالتی بمحمد اے
 (ترجمہ) میں نے اپنے کلام سے آپ کی تعریف نہیں کی بلکہ اپنے کلام کو آپ
 کے نام پاک سے سنوارا ہے۔

(ج) واحسن منك لمرتط عینی
 واجمل منك لمرتلد النساء
 خلقت منبراء من كل عیب
 كانك فتد خلقت كما تشاء اے

(ترجمہ) میری آنکھوں نے آپ سے بڑھ کر آج تک کوئی حسین نہ دیکھا، اور دنیا جہان
 کی عورتوں کے آغوش میں آپ سے کامل واکمل پیدا ہی نہیں ہوا۔
 آپ ہر عیب سے پاک پیدا ہوئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آپ نے
 چاہا، خالق نے ایسا ہی آپ کو بنا دیا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشق و محبت سے بھر پور یہ تاثرات پڑھو اور پھر دیکھو
 کہنے والے نے کس دل سے کیا کیا کہہ دیا؟

سنو! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرما رہے ہیں؟

امین مصطفیٰ للخیرید عوا

كضوء البدر زايله الغمام اے

(ترجمہ) وہ ایمن ہیں، برگزیدہ ہیں۔ بھلائی کی دعوت دیتے ہیں۔

ہاں وہ چاندنی ہیں جس سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔

اے غلام رسول گوہر: احسن الكلام۔ گوہر نظام، تصور

اے عبدالرحمن البرقونی: شرح دیوان حسان بن ثابت، بیروت، ص ۶۶

اے تاج الدین السبکی: طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، جلد رابع، ص ۱۶۱، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۲ھ

○ آپ نے ان گلزاروں کی سیر کی ————— اب بتائیے آپ نے زندگی کہاں پائی؟

ان خارزاروں میں یا ان گلزاروں میں؟

○ آپ نے بہاریں کہاں دیکھیں؟ ————— ان خارزاروں میں یا ان گلزاروں میں؟

○ آپ نے روشنی کہاں پائی؟ ————— ان خارزاروں میں یا ان گلزاروں میں؟

○ آپ نے تازگی کہاں محسوس کی؟ ————— ان خارزاروں میں یا ان گلزاروں میں؟

سچ بتائیے ————— کسی کی دُرُعایت نہ کیجئے ————— وہی کہئے، آپ کا دل

جس کی گواہی دے ————— وہی بتائیے، آپ کا ایمان جس کی شہادت دے ————— بے شک

اں دیدہ کجما کہ در جمال تو رسد

اں عقل کجما کہ در کمال تو رسد

گیرم کہ تو پردہ بر گرفت ز جمال

اں رُوح کجما کہ در جلال تو رسد

کیا وہ محسنِ اعظم جو راہوں کو اپنی اُمت کی مغفرت و بخشش کے لئے اشکبار رہا۔ اور جب تک اُس

کے مولیٰ نے یہ پیغام نہ پہنچا دیا اُس کو چین نہ آیا۔

”ہاں کوئی دن گزرتے ہیں کہ ہم آپ کو آپ کی اُمت کی طرف سے خوش کر

دیں گے اور غمگین نہ ہونے دیں گے۔“

کیا اس احسانِ عظیم کا بدلہ ہی ہے کہ ہم آپ کی تعریف و توصیف کی بجائے آپ کے حضور

زبان کو ایسا بے لگام کر دیں کہ خود گویائی شرمانے لگے۔ ————— ہرگز نہیں، ہرگز نہیں!

میرے بزرگو! اور میرے عزیزو! ————— بات کسی عالم کے وقار کی نہیں ————— بات

وقار رسالتِ تابِ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ ————— کیا کوئی مسلمان ایک لمحہ کے لئے بھی رجزات

کر سکتا ہے کہ وہ اپنی کسی بھی شخصیت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو تہان کر دے

————— نہیں نہیں ————— معاذ اللہ، معاذ اللہ ————— ہرگز نہیں، ہرگز نہیں —————

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اِخْتِتامیہ

(۱)

مولوی اسماعیل دہلوی، ابن عبدالوہاب نجدی سے بہت متاثر تھے۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل حقائق سے بخوبی ہو سکتا ہے جن کو ہمارے محققین اور مورخین نظر انداز کر دیتے ہیں؛

۱۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے ابن عبدالوہاب نجدی کے عقائد و افکار کا پرچار کیا؛

۲۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح توحید کی تائید اور انبیاء و صلحاء کی تنقیص میں ایک کتاب لکھی؛

۳۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح اپنے عقائد و افکار کے خلاف عقیدہ رکھنے والے عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیا؛

۴۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کے طریقہ دعوت کو اپنایا؛

۵۔ انھوں نے مولوی سید احمد بریلوی کو "امیر المؤمنین" اور امام برحق تسلیم کیا اور دوسروں سے بزور شمشیر تسلیم کرایا۔ اور اس امامت کے منکرین کے خون کو حلال جانا۔ یہی روش ابن عبدالوہاب نے اختیار کی تھی؛

۶۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح ایسے مسلمانوں کے خون کو مباح جانا جنہوں نے ان کے عقائد و افکار کی مخالفت کی۔ ان کا خون بہایا ان کے اموال کو لوٹا، ان کے گھروں کو تاراج کیا؛

۷۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح ایسی حکومت قائم کرنے کی کوشش

جس میں صرف ان کے عقائد و افکار کی ترویج و اشاعت ہو؛
 مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابن عبد الوہاب
 کی حیات و افکار پر مختصر روشنی ڈالی جائے پھر مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے مرشد
 مولوی سید احمد بریلوی کے متعلق کچھ عرض کیا جائے تاکہ مولوی اسماعیل کے بارے
 میں جملہ حقائق سامنے آجائیں اور قارئین کرام اچھی طرح سمجھ سکیں کہ نور و ناز میں
 جو عبارت پیش کی گئی ہیں ان کے لکھنے والے کا مذہبی، فکری اور سیاسی پس منظر
 کیا تھا اور اس کے غرام کیا تھے؛

(۲)

ابن عبد الوہاب سترھویں صدی کے اواخر یا اٹھارویں صدی کے اوائل میں
 نجد کے مقام عینہ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۲ء میں نجد کے مقام درعیہ
 میں وفات پائی۔ ان کی زندگی میں علم و فضل سے زیادہ جوش و جذبے کی کار و سرمایہ
 نظر آتی ہے اسی لئے دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا سید نور شاہ کشمیری
 نے ان کے متعلق لکھا ہے :-

امام محمد بن عبد الوہاب النجدی فادہ کان رجلاً بليداً
 قليل العلم۔

(ترجمہ) لیکن محمد بن عبد الوہاب نجدی کم ہنم اور کم علم شخص تھا۔
 اسی طرح علامہ عبد الحفیظ بن عثمان قاری طائفی نے ابن عبد الوہاب کو "جاہل
 اور غبی" لکھا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ وہ اپنے متبعین کے علاوہ
 عالم اسلام کے سارے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیتے تھے، تکفیر میں تعجیل
 کرتے تھے اور بغیر عذر شرعی مسلمانوں کا بے دریغ خون بہاتے تھے، ان کے موالی
 کو لوٹتے، ان کے گھروں کو تاراج کرتے؛

۱۔ بدر عالم فیض الباری، دیوبند ۱۹۸۸ء، جلد ۱ صفحہ ۱۷۰
 ۲۔ عبد الحفیظ بن عثمان جبار القلوب و کشف الکروب، استانبول ۱۲۹۸ھ

حتیٰ کہ خود شیخ سلیمان بن عبدالوہاب اپنے بھائی محمد بن عبدالوہاب سے پوچھتے ہیں:

آپ ان لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں جو کلمہ شہادت پڑھتے ہیں، نماز روزہ، حج اور زکوٰۃ کے پابند ہیں۔ ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ نے خلق خدا کو کافر بنانے کا قول کہاں سے لیا ہے؟ پھر دریافت کرتے ہیں:

جو تفصیل آپ نے بیان کی ہے کہ اس کام کا کرنے والا مشرک، اس کام کا کرنے والا مشرک۔ آپ نے یہ تفصیل کہاں سے لی ہے؟ — کیا ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے؟

ابن عبدالوہاب نے جن مسلمانوں کو اپنے خیال میں کافر و مشرک سمجھا ان کا بے دریغ خون بہایا، اس کی تفصیلات ایک ہم عصر عالم علامہ ابن عابدین شامی کی تحریر سے ملتی ہیں، وہ لکھتے ہیں:

بجد سے عبدالوہاب کے پیروان نکلے اور انھوں نے حریمین پر قبضہ کیا۔ وہ اپنے کو اگرچہ حنبلی کہتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلمان صرف وہی ہیں جو بھی ان کے عقائد کے خلاف ہو، وہ مشرک ہے بنا بریں انھوں نے اہل سنت کو اور ان کے علماء کو قتل کرنا مباح قرار دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ سلیمان نے ابن عبدالوہاب سے پوچھا:

”اسلام کے ارکان کتنے ہیں؟“

انھوں نے جواب دیا: — پانچ

شیخ سلیمان نے کہا:

۱۔ الصواعق الالافیة فی الرد علی الوہابیة، مطبوعہ استانبول، ۱۹۷۵ء، ص ۵۲۵ ایضاً ص ۵
۲۔ محمد امین بن عمر معروف بہ ابن عابدین: رد المحتار شرح درمختار، مطبوعہ مطبعہ المعارف، ص ۳۹

انت جعلتها سته والسادس من لم يتبعك فليس بمسلم

ترجمہ: آپ نے چھ ارکان بنا دیئے اور چھٹا رکن یہ ہے کہ جو شخص آپ کی پیروی نہ

کرے وہ مسلمان نہیں ہے؛

ابن عبد الوہاب نے جب اپنی دعوت کا آغاز کیا تو امیر درعیہ محمد بن مسعود نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی پھر درعیہ کے قریب جوار میں اس مسلک کو پھیلایا گیا۔ آل سعود سے اس مسلک کو فوجی قوت ملی پھر حرمین شریفین اور رب و جوار میں مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا گیا اور مقابر و مقامات مقدسہ کو منہدم کیا گیا اور بے حرمتی کی گئی اس کی تفصیلات تاریخ نجد و حجاز (مصنفہ محمد عبدالقیوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء) میں مطالعہ کی جاسکتی ہیں۔ ابن عبد الوہاب اور ان کے متبعین کے اس عمل کو معاصر اور متاخرین علماء نے اچھا نہ سمجھا اور تقریباً چالیس علماء عرب نے ابن عبد الوہاب کے افکار و اعمال کا رد لکھا۔ خود ان کے والد ان سے خوش نہ تھے اور ان کے بھائی شیخ سلیمان بن عبد الوہاب نے ان کے رد میں رسالہ لکھا جس کے حوالے پیچھے پیش کئے گئے، یعنی الصواعق اللعینہ فی الرد علی الوہابیہ (۱۱۶۷ھ) یہ رسالہ ابن الوہاب کی دعوت کے آٹھویں سال لکھا گیا اس میں ایک ایک کر کے ابن الوہاب کے عقائد و افکار کا مدلل رد لکھا گیا ہے جو قابل مطالعہ ہے؛

(۳)

مولوی اسمعیل دہلوی نے ابن عبد الوہاب کی پیروی میں اپنے عقائد ترتیب دیئے اور ابن عبد الوہاب کی کتاب رد الاشرک یا کتاب التوحید کے طرز پر تقویت الایمان لکھی پھر اس کے عملی نفاذ کی کوشش کی۔

مولوی اسمعیل ۱۲ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء کو بمقام پھلت (ضلع مظفرنگر بھارت) میں پیدا ہوئے اور ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ (سرحد پاکستان)

ابن سلیمان نجدی، الصواعق اللعینہ، مطبوعہ استانبول

ابن ابو حامد بن مرزوق، التوسل بالبنی وجہلۃ الوہابیین، مطبوعہ استانبول ۱۹۷۶ء

میں جان دی — موصوف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے چھوٹے بیٹے شاہ
عبد الغنی کے فرزند تھے۔ ابتدائی کتابیں ان سے پڑھیں پھر اپنے چچا حضرت شاہ عبدالعزیز
محدث دہلوی، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر سے پڑھا اور جلد ہی فارغ ہو گئے،
طبیعت میں صد کا مادہ تھا چنانچہ ایک موقع پر انھوں نے اپنے چچا حضرت شاہ
عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر کی ہدایت و نصیحت پر عمل کرنے سے بھی انکار کر دیا جس
سے ان کو سخت قلق ہوا۔

مولوی اسماعیل دہلوی کی متعدد تصانیف میں تقویتہ الایمان زیادہ مشہور ہوئی
اس کی وجہ سے مسلمانوں میں بڑا انتشار پھیل گیا جو اب تک قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خانوادہ
ولی اللہی کے اکابر علمائے اہل سنت سے بیزاری کا اظہار فرمایا اور ربیع الاول ۱۲۴۷ھ کو
دہلی کی جامع مسجد میں باقاعدہ اس کا اعلان کیا گیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث
دہلوی نے اس کا رد لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا جو علالت کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا۔ علامہ
فضل حق خیر آبادی نے اس کے رد میں ایک کتاب تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ۔
(۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء) تحریر فرمائی اس میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے سترہ نامی
گرامی شاگردوں کی تصویب و تصدیق موجود ہے۔ — مولوی اسماعیل کے چچا زاد بھائی
مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین نے تقویتہ الایمان کے رد میں معید الایمان
کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اسی طرح دوسرے بھائی مولانا محمد موسیٰ نے بھی حجۃ العمل
فی اثبات اہل کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ مولانا مخصوص اللہ، تقویتہ الایمان کی
فتنہ انگریزی کے پیش نظر اس کو تقویتہ الایمان کہا کرتے تھے یعنی ایمان کو ہلاک
کرنے والی۔

۱۔ ادراج ثلاثہ، امداد الغریب، سہارنپور ۱۳۴۷ھ، حکایت ۷۳۔
۲۔ مخصوص اللہ: تحقیق الحقیقہ، مطبوعہ ممبئی ۱۲۶۷ھ بحوالہ انوار آفتاب صداقت مؤلف فضل احمد
لہویا نوی۔ ص ۲۲۔ ۳۔ زید ابوالحسن فاروقی: مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویتہ الایمان
مطبوعہ دہلی ۱۳۸۳ھ، ص ۱۴۔ ۴۔ ایضاً، ص ۱۰۱۔

مولانا فضل رسول بدایونی کے استفسار پر مولانا مخصوص اللہ ابن شاہ رفیع الدین دہلوی نے تحقیق الحقیقہ کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا، اس کی مندرجہ ذیل عبارت سے تقویۃ الایمان کی حیثیت متعین کی جاسکتی ہے:

۱۔ تقویۃ الایمان کہ میں نے اس کا نام تقویۃ الایمان ساتھ فاء کے رکھا ہے اس کے رد میں رسالہ جو میں نے لکھا ہے اس کا نام معید الایمان لکھا ہے۔ اسماعیل کا رسالہ موافق ہمارے خاندان کے کیا کہ تمام انبیاء اور رسولوں کی توحید کے خلاف ہے کیوں کہ پیغمبر سب توحید کے سکھانے کو اپنی راہ پر چلنے کو بھیجے گئے تھے، اس کے رسالے میں اس توحید کا اور پیغمبروں کی سنت کا پتہ بھی نہیں ہے۔

۲۔ جس رسالے سے اور اس کے بنانے والے سے لوگوں میں برائی اور بگاڑ پھیلے اور خلاف سب انبیاء و اولیاء کے ہو وہ گمراہ کرتے والا ہو گا یا ہدایت کرنے والا ہو گا؟ — میرے نزدیک اس کا رسالہ عمل نامہ برائی اور بگاڑ کا ہے اور بنانے والا فتنہ گر اور مُفسد اور غادی اور مُغوی ہے۔

تقویۃ الایمان کے بارے میں یہ خیالات شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا مخصوص اللہ کے ہیں جو مولوی اسماعیل دہلوی کے تایا زاد بھائی تھے گھر کا حال اہل خانہ ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا تاثرات سے تقویۃ الایمان کی حیثیت آسانی سے متعین کی جاسکتی ہے۔

غالباً تقویۃ الایمان کی اسی فتنہ انگیزی کی وجہ سے انگریزوں نے اس کی اشاعت میں حصہ لیا۔ کیوں کہ ملتِ اسلامیہ میں انتشار و افراق ان کے مقاصدِ حلیہ میں سے

۱۔ مخصوص اللہ، تحقیق الحقیقہ، بحوالہ مذکور، ص ۱۰۲

۲۔ ایضاً: ص ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ قرآن السار ڈاکٹر: العلامة فضل حق خیر آبادی، مقالہ ڈاکٹر شمس عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد دکن، ص ۱۵۲

ایک اہم مقصد تھا جس کا اظہار اس رپورٹ سے ہوتا ہے جو ۱۸۷۱ء میں اسٹارٹ ہوئی (لندن) کی منتقد کانفرنس میں ہندوستان میں متعین انگریز پارلیوں نے پیش کی ملاحظہ فرمائیں :-

ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدا تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں، وہ مرحلہ اور تھا۔ اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غداری کی تلاش کی گئی تھی، لیکن اب جب کہ ہم برصغیر کے چپے چپے پر حکمران ہو چکے ہیں اور ہر طرف امن و امان بھی بحال ہو گیا ہے تو ان حالات میں ہمیں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہیے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔

یہ تھے انگریزوں کے عزائم اور اس کی تکمیل کے لئے انھوں نے شری سے شری اور شریف سے شریف مسلمانوں کو اپنی حکمت عملی سے استعمال کیا — کسی کو خبر تھی کہ وہ کس کا آلہ کار بنا ہوا ہے اور کوئی اپنی سادگی اور سادہ لوحی کی وجہ سے اس سے بے خبر تھا؛

(۴)

مولوی اسماعیل دہلوی نے ابن عبد الوہاب کی تصنیف کتاب التوحید (ردالشرک) کو سامنے رکھ کر اپنے عقائد و افکار کا ڈھانچہ تیار کیا جس کا نام تقویتہ الایمان رکھا، حقیقت تو یہ ہے کہ کتاب التوحید گویا متن ہے اور تقویتہ الایمان اس کی شرح ہے۔ پھر جس طرح ابن عبد الوہاب نے کتاب التوحید کے عملی اور حتمی نفاذ کے لئے اقتدار و حکومت کا سہارا لیا اسی طرح مولوی اسماعیل نے بھی اقتدار و حکومت کا سہارا لیا اور جس طرح محمد ابن عبد الوہاب نے ان مسلمانوں سے قتال کیا جنہوں

۱۔ میں بڑے مسلمان (مقدمہ علامہ خالد محمود) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء، ص ۶
۲۔ کتاب التوحید کی طرح تقویتہ الایمان کے بھی علماء نے بکثرت رد لکھے جن کی تعداد ایک اندازہ کے مطابق پچاس سے تجاوز کر چکی ہے؛ (مسعود)

نے ان کے عقائد و افکار کی مخالفت کی یا ان کے اقتدار کو تسلیم نہیں کیا اسی طرح مولوی اسماعیل نے بھی اپنے عقائد و افکار کی اشاعت و ترویج اور راجی نفاذ میں مانع مسلمانوں سے قتال کیا۔ تفصیلات آگے آتی ہیں۔

۷ جمادی الآخرہ ۱۲۴۱ھ / ۷ جنوری ۱۸۲۶ء کو مولوی اسماعیل دہلوی اپنے مرشد مولوی سید احمد بریلوی کے ہمراہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک مہم پر راجپوتانہ، سندھ، بلوچستان ہوتے ہوئے افغانستان میں داخل ہوئے اور وہاں سے دسمبر ۱۸۲۶ء / ۱۲۲۲ھ کو چارٹہ کے علاقہ ہشت نگر پہنچے۔ ایک مہینہ نہ گزرا تھا کہ مولوی اسماعیل نے اپنے مرشد مولوی سید احمد کا اشارہ پا کر ان کو امام برحق تسلیم کیا اور امیر المومنین بنا دیا اور یہ حکم ناطق نافذ کیا: ”جو شخص آبخناب کی امامت ابتدا ہی سے قبول نہ کرے یا قبول کے بعد اس سے انکار کرے وہ ایسا باغی ہے کہ اس کا خون بہانا حلال ہے اور اس کا قتل کرنا کافروں کے قتل کی طرح عین جہاد اس معاملے میں عاجز کا مسلک ہی ہے لہذا اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کا جواب تلوار کی مار ہے نہ تحریر و تفسیر“

مولوی سید احمد بریلوی نے افغانستان کے والی امیر دوست محمد خاں کے نام ۱۲۴۲ھ کو جو خط لکھا تھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل نے مولوی سید احمد کا اشارہ پا کر اور ان پر ایمان بالغیب رکھ کر یہ قدم اٹھایا۔ مولوی سید احمد والی موصوف کو لکھتے ہیں:-

”خاص و عام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے سب امامت کی بیعت اس عاجز کے ہاتھ پر کی اور جموں کے روز عاجز کا نام خطبے میں لیا گیا اس خاکسار ذرہ بے مقدار کو اس بلند مرتبے کے حاصل ہونے کی بشارت غیبی اشائے اور الہام کے ذریعہ جس میں شک و شبہ کی گنجائش

ہنیں ہے، دی گئی تھی،
 مولوی اسماعیل دہلوی کے ہم سبق اور اس تحریک کے رفیق کار مولانا محبوب علی
 نے اس اعلانِ امامت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا اور خلوتِ خاص میں مولوی سید
 احمد بریلوی کو مشورہ دیا :-

”آپ یہ نہ کہیں کہ میں امیر المؤمنین اور زمین پر اللہ کا خلیفہ ہوں
 اور میری اطاعت تمام لوگوں پر واجب ہے کیوں کہ یہ نہالی بات
 ریسوں اور سمجھداروں کو وحشت میں ڈالتی ہے“
 مگر مولوی سید احمد نے اس مشورے کو منظر انداز کر دیا اور مولانا محبوب علی
 سے کہا کہ خاموشی سے اطاعت کئے جاؤ، ان کے لئے یہ مشکل تھا تو وہ اجازت
 لے کر وطن واپس چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد اس خیال سے کہ کہیں دوسرے
 لوگ بھی ان کو چھوڑ کر چلے جائیں، مولوی سید احمد نے اعلان کیا :-
 ”جو بھی میرے پاس سے اپنے وطن کو لوٹ کر جائے گا اُس کا ایمان گناہ“
 مولوی محبوب علی کے چلے جانے کے بعد اس تحریک کو جو صدمہ پہنچا اس کا
 محمد جعفر تھانیسری نے اس طرح ذکر کیا ہے :-

”مولوی محبوب علی کے اغوا سے جو کاروبار جہاد کو صدمہ پہنچا ویسا
 صدمہ اس لشکر کو آج تک کسی سکھ یا ڈرائی کے ہاتھ سے نہ پہنچا
 تھا۔ مولوی محبوب علی کے فتنے کے بعد مدت سے ہندوستان سے
 قافلوں کا آنا بند ہو گیا۔ اکثر معاویین جہاد مست ہو گئے۔“

۱۔ ابوالحسن فاروقی: مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویتہ الایمان، ص ۸۸ بحوالہ مکتوب سید احمد شہید، ص ۱۴۸
 ۲۔ محبوب علی: تاریخ الائمہ رقلی، محررہ ۱۲۵۱ھ، ص ۸۹۵، ۳۔ ایضاً، ص ۸۹۶
 ۳۔ مولوی محبوب کے ساتھ مجاہدین کی ایک بڑی جماعت واپس چلی گئی تھی۔ اس کو
 جعفر تھانیسری نے ’اغوا‘ سے تعبیر کیا ہے :-

۴۔ محمد جعفر تھانیسری: حیات سید احمد شہید، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۸ء، ص ۲۳۶

مولوی سید احمد کا وہی مسدک تھا جو ان کے دست راست اور مرید باصفا
مولوی اسماعیل دہلوی کا تھا، یعنی دونوں حضرات پاک و ہند کے اکثر علماء و
مشائخ اور مسلمانوں کو کفر و ارتداد میں ملوث سمجھتے تھے جس کا اظہار مولوی
سید احمد نے رئیس ٹونک (بھارت) نواب وزیر الدولہ کے نام ایک مکتوب
میں کیا ہے؛

مولوی سید احمد کے اعلان امامت کے بعد ان کو شرک و شہ کی نظر سے دیکھا
جانے لگا اور یہ خدشہ ظاہر کیا جانے لگا کہ آپ کا مقصد خاص مقاصد کی تکمیل کے
لئے اقتدار و حکومت حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ آپ نے ۶ ربیع الاول ۱۲۹۹ھ کو حاکم
پشاور سلطان محمد خاں کے نام ایک اطلاع نامہ ارسال فرمایا اور اس کی نقول طرف
جوانب میں ارسال کیں۔ اس میں ان خدشات کو رفع فرمایا۔ جو کچھ تحریر فرمایا اس
کا خلاصہ یہ ہے :-

- ۱۔ مسلمان امرار میں کسی کے ساتھ ہماری منازعت نہیں؛
- ۲۔ نہ مومنین روساء میں سے کسی سے ہماری مخالفت؛
- ۳۔ لئیم کافروں سے ہمارا مقابلہ ہے، نہ مدعیان اسلام سے؛
- سلطان محمد خاں نے اس وضاحت کو کافی نہ سمجھا اور جواباً لکھا :-
- ۱۔ یہ دعویٰ کہ مسلمانوں سے نہیں بلکہ کفار سے لڑنے آتے ہیں۔ ابلہ
فریبی ہے؛

- ۲۔ آپ کا عقیدہ فاسد اور نیت کا سد ہے؛
- ۳۔ آپ فقیر ہو کر ارادہ امامت و حکومت رکھتے ہیں؛
- ۴۔ ہم نے بھی خدا کے واسطے کربانہی ہے کہ تم کو قتل کر کے اس
زمین کو تم سے پاک کریں گے؛

۱۔ ابوالحسن فاروقی، مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان ص ۸۸ بحوالہ مکتوبات سید احمد شہید

۲۔ ایضاً، ص ۹۶ بحوالہ تواتر عجیبہ مؤلفہ جعفر تھانیسری و مکتوب سید احمد شہید ص ۱۹-۲۸

۳۔ ایضاً، ص ۹۶ بحوالہ مذکورہ؛

سلطان محمد خاں کے اندیشے غلط نہ تھے چنانچہ ۱۸۳۰ء کو مولوی سید احمد اور ان کے رفقاء نے پشاور اور کوہاٹ پر قبضہ کیا، اس مہم میں دو ہزار مسلمان شہید ہوئے اور ایک ہزار مجروح۔۔۔ سب سرداروں سے بیعت لی مگر سردار پانیدہ خان نے بیعت نہ کی۔ سید احمد کے ساتھیوں نے اس سے جنگ کی اس کے علاقہ کو تاراج کیا اور اس پر قبضہ کیا؛ پانیدہ خان نے سردار ہری سنگھ سے مدد لے کر سید احمد اور اسماعیل دہلوی پر غلبہ حاصل کیا اور سکھوں کو انعام و اکرام سے نوازا، اسی طرح سلطان محمد خاں نے بھی پشاور و کوہاٹ پر قبضہ کے بعد ہزار جہت سنجہ کو ایک قیمتی ٹھوڑا نذر کیا اور مولوی سید احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے رفیقوں کے خلاف مدد طلب کی؛

مندرجہ بالا حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصد کچھ اور ہی تھا، سکھوں سے جنگ کرنا مقصود نہ تھا ورنہ مقامی مسلمانوں کا سید احمد کے خلاف سکھوں سے مدد طلب کرنا کیا معنی؟

مولوی سید احمد کے رفقاء میں رفیق خاص مولوی محبوب علی نے سب ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ اپنے اپنے وطن واپس جا کر حقوق العباد ادا کریں انہوں نے سوال کیا۔

”جہاد کہاں ہے؟“

”تم نے کونسے دن کسی کافر کو مارا ہے؟“

مقامی مسلمانوں کے خلاف قتال و جدال نے بعض مقامی علماء کو سید احمد اور مولوی اسماعیل سے بدظن کر دیا جس کا اندازہ خود مولوی سید احمد کے مکتوب سے

۱۔ جعفر تھانیسری: تواریخ عجیبہ، ص ۱۴۹

۲۔ مراد علی: تاریخ تناولیاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۴۷-۵۶

۳۔ جعفر تھانیسری: تواریخ عجیبہ، ص ۱۴۹

۴۔ غلام رسول مہر: سید احمد شہید، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۲۴۶

سے ہوتا ہے۔ اس مکتوب سے پتا چلتا ہے کہ مقامی علماء آپ سے برگشتہ ہو گئے اور آپ کو ملی دے دین سمجھنے لگے۔
مولوی محبوب علی نے لکھا ہے:

” (مقامی مسلمان) سید احمد کے اعلان امامت کے بعد آپ سے لڑے اور قتال کیا۔ جناب سید صاحب کے لوگوں نے مقتولین کے اموال میں مالِ غنیمت کی طرح تصرف کیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ سید صاحب خلافت کے لائق نہیں لہذا سب نے بیعت توڑ دی اور کہا ہم تمہارا اتباع کسے، امر میں نہیں کرینگے ایک اور حادثہ پیش آیا۔ سید احمد کے رفیقاً جبراً افغان عورتوں اور بیواؤں سے نکاح کرنے لگے۔ چنانچہ خوشگئی خاں کی ایک لڑکی کا جبراً نکاح ہوا جس نے اس کو برہم کر دیا۔ اس نے خان خٹک سے مل کر ایک مہم چلائی جس کے نتیجے میں سید صاحب کے مقرر کردہ تمام سرداروں کو قتل کر کے ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اس صورت حال نے سید احمد کو سخت مایوس کر دیا اور انہوں نے مایوسی کے عالم میں اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

میں اب اس سرزمین کو چھوڑنا چاہتا ہوں۔ یہ نہیں بتا سکتا کہ کہاں جاؤں گا۔ میں آپ کو رخصت دیتا ہوں آپ مجھے رخصت دیں گے۔

مگر چند رفیق جو باقی رہ گئے تھے وہ آپ کے ساتھ رہے، مایوس ہو کر آپ

۱۔ محبوب علی: تاریخ الامة في ذكر خلفاء الامة (۱۲۴۴ھ - ۱۲۵۱ھ)، قلی مخزونہ

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، تغلق آباد، دہلی، ص ۸۹۱

۲۔ نیدبوکن فاروقی، مولانا اسماعیل ہلوی اور تقویۃ الایمان بحوالہ حزب ملی اللہ کی تاریخ کا مقدر از مولانا

عبید اللہ سندھی، ص ۱۴۰

۳۔ ایضاً، ص ۱۴۱-۱۴۲

چل پڑے، واپسی میں آپ کا غان پہنچے، دَرّہ بھوکر میں شیر سنگھ پر شب خون مارا، آگے بڑھ کر بالا کوٹ پر قبضہ کیا، پھر مظفر آباد فتح کیا۔ سید احمد کے خلاف چوں کہ مقامی مسلمانوں کی مدد کر چکے تھے اس لئے سکھوں کے خلاف اس مہم میں مقامی مسلمانوں نے بھی مدد کی، اس طرح فیصد کن جنگ ہوئی اور بالا کوٹ کے ایک حصے میں محصور مولوی انیس دہلوی اور ان کے سارے رفقاء مارے گئے؛ سید صاحب کے باڈی کارڈ مولوی بعفر علی نقوی لکھتے ہیں:-

”حضرت امیر المؤمنین درہماں جماعت از نظر من غائب شدند، یعنی اسی جماعت میں امیر المؤمنین میری نظروں سے غائب ہو گئے، میدان جنگ سے غائب ہونے کے بعد آج تک آپ کو کسی نے نہ دیکھا چنانچہ آپ کی وفات کی کوئی مستند اور قابل ذکر شہادت تاریخ سے نہیں ملتی۔ مولوی اسماعیل دہلوی کوہلاس (ناس) سونگھنے کی بہت عادت تھی، میدان جنگ میں دشمن پر حملے اور انتقال کی جو کیفیت محمد جعفر تھا نیسری نے لکھی ہے وہ یہ ہے:-

”ناس سونگھ کر لشکر کفار میں گھس کر آپ شہید ہو گئے“

یہ بھی لکھا ہے کہ چوں کہ آپ کو ناس (ہلاس، فسوار) سے پیار تھا اس لئے آپ کی قبر پر لوگ فسوار چسٹھا کر منیتیں اور مرادیں مانگتے ہیں،

(۵)

قاری کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آخر اتنے دُور داز مقام پر جا کر یہ مہم جوں کیوں کی گئی۔ اس سلسلے میں محققین اور مورخین کے پانچ نظریات ملتے ہیں:-

۱۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ تحریک انگریزوں کے خلاف تھی؛

۱۔ محمد جعفر تھا نیسری، حیات سید احمد شہید، ص ۲۸۸؛

۲۔ ایضاً، ص ۳۱۵؛ ۳۔ ایضاً، ص ۳۱۶؛

- ۲۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ اسلامی تحریک تھی؛
- ۳۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ آزادی وطن کی تحریک تھی؛
- ۴۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ سکھوں کے خلاف تحریک تھی؛
- ۵۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ ایک نظریاتی اور فرقہ وارانہ تحریک تھی؛
- ۱۔ اگر یہ تحریک واقعی انگریزوں کے خلاف تھی تو یہ بات تعجب انگیز ہے کہ سید احمد اور ان کے رفقاء نے انگریزوں کی عمل داری میں میلوں سفر کیا مگر وہ مزاحم نہیں ہوئے بلکہ بقول حسین احمد مدنی:-

جب سید احمد کا ارادہ سکھوں سے جھگڑ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کے ٹھہرا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔

محمد جعفر تھانیسری نے بعض ایسے حقائق پیش کئے ہیں جن انگریزوں سے مولوی سید احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی کا ربط خاطر ظاہر ہوتا ہے۔

— ایک جگہ لکھا ہے کہ جب سید صاحب حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو ایک انگریز سوداگر نے آپ کے قافلے والوں کو کھانا پیش کیا۔

— ایک جگہ لکھا ہے کہ انگریزوں کی دعوت پر سید صاحب نے مولوی اسماعیل کو وعظ و نصیحت کے لئے بھیجا چنانچہ:-

اُس دن تقریباً دس ہزار میم صاحب اور صاحب لوگ آپ کے وعظ سننے کو جمع ہوئے تھے۔

— ایک جگہ لکھا ہے کہ جب سید صاحب اپنی ہم پر روانہ ہوئے تو شیخ غلام علی رئیس اعظم الہ آباد کی معرفت لفٹیننٹ گورنر بہار اذصلاح شمال مغربی کو باقاعدہ

۱۔ حسین احمد مدنی، نقش حیات، جلد دوم مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۴۱۹

۲۔ محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء، ص ۱۳۱

۳۔ ایضاً، ص ۱۶۸

اطسلاع بھجوانی علیہ

۲۔ اگر یہ تحریک اسلامی تھی تو اس ہم جونی میں ہندوؤں سے کیوں مدد مانگی گئی اور ہندو افسروں کو اپنی فوج میں کیوں بھرتی کیا گیا؟ مولوی حسین احمد لکھتے ہیں :-

سید صاحب کا ہندو ریاستوں کو مدد اور شرکت جنگ کی دعوت دینا اور اپنے نوپ خانے کا افسر راجہ رام راجپوت کو مقرر کرنا خود اس کی دلیل ہے کہ آپ ہندوؤں کو اپنا محکوم نہیں بلکہ شریک حکومت بنانا چاہتے تھے۔

۳۔ اگر یہ آزادی وطن کی تحریک تھی اور اس کا مقصد ہندوؤں اور مسلمانوں

کی مشترکہ حکومت قائم کرنا تھا جیسا کہ مولوی حسین احمد کا خیال ہے تو پھر سید احمد کا عہدہ امامت اور خلافت پر فائز ہو کر اپنی حکومت قائم کرنا کیا معنی؟

۴۔ اگر یہ تحریک سکھوں کے خلاف تھی تو مقامی مسلمانوں سے مدد کا ہری سنگھ اور رنجیت سنگھ سے مدد طلب کرنا کیا معنی؟ — مولوی حسین احمد نے لکھا ہے

”سکھوں سے جنگ فرقہ واریت کی بنا پر نہ تھی بلکہ اس بنا پر تھی کہ وہ انگریزوں کے حلیف و مددگار تھے۔“

لیکن اگر ایسا ہوتا تو پھر انگریز — سید احمد کی کیوں مدد کرتے

حقیقت میں انگریز سید صاحب سے نہیں بلکہ سکھوں سے خوف زدہ تھے جن پر اس وقت تک وہ غلبہ حاصل نہ کر سکے تھے۔

۵۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ تحریک منظر باقی اور فرقہ وارانہ تحریک تھی یعنی اس

کا مقصد یہ تھا کہ ایک حکومت قائم کر کے خاص قسم کے عقائد و افکار وہاں نافذ کئے جائیں۔ اس خیال کی توثیق مولوی محبوب علی کے اس بیان سے ہوتی ہے :-

۱۔ محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۵ء، ص ۱۶۸

۲۔ حسین احمد مدنی، نقش حیات، جلد دوم مطبوعہ کراچی، ص ۴۲۲ سے ایضاً، ص ۴۲۳

”میں نے جب سید صاحب کی مجلس کا یہ حال دیکھا، سمجھ گیا یہ کام ان کے بس کا نہیں اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ اختلافات کے جھگڑوں میں علماً مائے جائیں گے اور جاہلوں کا مذہب سید صاحب کے کثوفات اور معارف ہوں گے۔“

مولوی محبوب علی نے جس اندیشے کا اظہار فرمایا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصل جنگ افکار و عقائد کی جنگ تھی جس کی تصدیق و توثیق دوسرے تاریخی تاریخی حقائق و شواہد سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً جب سید صاحب ۱۲۳۳ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو انھوں نے وہاں اپنے حلقہ اثر میں ایک خواب کی تشہیر کی جس کا لب لباب یہ ہے؛

۱۔ چاروں فقہائے مذہب میں سے کوئی مذہب مجھے پسند نہیں،

کوئی طریقہ میرے طریقے پر نہیں؛

۲۔ مشہور طریق اولیا اللہ میں کوئی طریقہ میرے طور پر نہیں؛

اس خواب سے سید صاحب کے مسلک کا بخوبی تعین کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سید صاحب اپنی ہم پرصوبہ سرحد پہنچے تو وہاں مولوی اسماعیل ہلوی، کابل قندھار، سمرقند اور ماوراء النہر وغیرہ کے علما سے مسئلہ وجوب تقلید پر بحث کرتے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ بظاہر ”جہاد“ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ خود

مولوی سید احمد نے اپنے عزام کا اس طرح اظہار فرمایا ہے؛

”مجھ سے خلقت کو جو فیض ایمانی پہنچا ہے روز بروز ترقی پر ہے گا

اور انشاء اللہ تعالیٰ ہندوستان، خراسان، چرک، شرک اور

پلیدی بدعت سے میرے ہاتھ سے یکسر پاک و صاف ہو کر انوار

اسلام سے منور (ہوں گے)

۱۔ محبوب علی، تاریخ الائمہ (مجموعہ رسائل) ص ۸۹۵ (نوٹ)، اس موضوع پر شاہ حسین گریزی (کراچی) کی تصنیف قابل مطالعہ ہے (ستود) لکھ محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۵ء، ص ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱

یہ ”چرکِ شرک“ اور ”پیدی بدعت“ وہی ہے جس کے خلاف ابن عبد الوہاب نے تلوار اٹھائی اور ہزار ہا ہزار مسلمانوں کا خون بہایا۔
 مولوی سید احمد نے اپنے متبعین کو نفسیاتی طور پر خوابات اور بشارات کے ذریعہ متاثر فرمایا۔۔۔۔۔ اپنی مہم پر روانگی سے قبل اپنی ہمیشہ سے جو کچھ فرمایا وہ قابلِ توجہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔

”اے میری بہن! میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور یہ بات یاد رکھنا کہ جب تک ہند کا شرک، اور ایران کا رُفُض، اور چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق میرے ہاتھ سے محو ہو کر ہر مردہ سُنتِ زندہ نہ ہو جائے گی رب العزت مجھ کو نہیں اٹھائے گا۔ اگر قبلِ ظہوران واقعات کے کوئی شخص میری موت کی خبر تم کو دے اور تصدیق پر حلف بھی کرے کہ سید احمد میرے روبرو مر گیا یا مارا گیا تو تم اس کے قول پر ہرگز اعتبار نہ کرنا کیوں کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ واثق کیا ہے کہ ان چیزوں کو میرے ہاتھ پر پورا کر کے مارے گا۔“

جن امور کا سید صاحب نے ذکر فرمایا ہے ان میں سے کوئی پورا نہ ہوا اور سید صاحب تشریف لے گئے۔ اگر ان باتوں کو سچ مانا جائے تو قاری کے دل میں یہ سو نہ پیدا ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ حق جل مجدہ نے سچا وعدہ نہ فرمایا۔ یہ خیال الحاد کی طرف لے جا سکتا ہے، لامحالہ یہی کہا جائے گا کہ سید صاحب نے جو اشارہ پایا وہ من جانب اللہ نہ تھا۔۔۔۔۔ بعض حضرات نے سید صاحب کی شکست کی یہ تاویل فرمائی کہ (معاذ اللہ) ”شکستِ سنتِ انبیاء ہے، اگر یہ شکست ہوتی تو سنتِ انبیاء کیسے پوری ہوتی؟“۔۔۔۔۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب ”سیرت سید احمد شہید“ میں ایک جگہ

بالواسطہ طور پر ایسے گستاخانہ قول کو نقل فرمایا ہے۔

مندرجہ بالا حقائق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کی تحریک ایک نظریاتی تحریک تھی۔ جن عقائد و افکار کی سید صاحب اور مولوی اسماعیل نے تبلیغ کی ان کا خاصہ ہے کہ وہ جبر کے سہارے میں پھلتے پھولتے اور پھیلتے ہیں جس ماحول میں جبر نہ ہو، آزادی فکر ہو وہاں سمٹ جاتے ہیں۔ ایسے ماحول میں ان نظریات کے حاملین کی یہ کوشش رہتی ہے کہ تحریر و تقریر کے ذریعہ سیدھے سادھے اور پڑھے لکھے مسلمانوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کر کے ان کے دلوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین کی محبت سرد کر دیں، ان کو ان حضرات عالیہ کی جناب میں بے باک بنا دیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ان نفوس قدسیہ سے محبت و اخلاص کا تعلق ایمان میں حرارت پیدا کرتا ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے اسی قسم کے افکار و عقائد کی اشاعت کے لئے پہلے تقویتہ الایمان تحریر فرمائی اور پھر تلوار اٹھائی۔ تقویتہ الایمان کے بارے میں محمد جعفر تھانیسری کے یہ تاثرات قابل توجہ ہیں:-

”اس کی عبارت بڑی پر زور مثل ننگی تلوار کے ہے جس کی نورانی

شعاعوں سے مشرکوں اور گورپرستوں کے دل کباب ہوتے ہیں۔“

یہاں تھانیسری نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں اور بزرگان دین کے چاہنے والوں کو ”مشرکوں اور گورپرستوں“ سے تعبیر کیا ہے کیونکہ انھیں کے دل ”تقویتہ الایمان“ کی ان بے باکانہ عبارات سے مضطرب ہوتے ہیں، جن کے نمونے نورونار میں پیش کئے گئے ہیں۔

ہمارے بعض مورخین نے تاریخ پر فرقہ واریت کا رنگ چڑھایا اور تاریخ کو کچھ کا کچھ بنا دیا۔ مورخین و محققین نے مولوی سید احمد بریلوی کے سلسلے میں ایسی متضاد باتیں لکھ دی ہیں جن کو پڑھ کر حیرت اور وحشت برپا ہوتی جاتی ہے، کلیات جامعہ کے نصاب اسی کے مطابق مدون ہوئے ہیں، بہت سی غلط باتیں لکھی گئیں

جو برابر پٹھانی جا رہی ہیں۔ — مؤرخین و محققین میں سب سے پہلے اس تلخ حقیقت کو مشہور مورخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے محسوس کیا اور ایک اجلاس میں برملا اعتراف کیا "اب تک جو تاریخ لکھی گئی ہے وہ سب یکطرفہ ہے؛ ان کی مراد پاک ہند کی اس تاریخ سے تھی جو مولوی سید احمد اور مولوی اسماعیل اور بعض دیگر علماء کے حوالے سے لکھی گئی ہے؛"

حقیقت یہ ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے عقائد و افکار کو صحیح مان لیا جا تو پاکستان و ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے مسلمانوں کی اکثریت کا وزو مشرک قرار پاتی ہے اور ان کے نزدیک جب القتل۔ اس لئے ان عقائد و افکار کو تسلیم کرنا کسی بھی دانا و بینا مسلمان کیلئے ممکن نہیں۔ عہد جدید کے عالم و عارف مولانا زید ابوالحسن فاروقی مجددی نے کیا خوب فرمایا ہے :

”چاروں برحق اماموں کا زمانہ فترتوں ثلاثہ رہا ہے، جس کی خیریت اور خوبی کی خبر سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت عطا کی۔ بارہ سو سال سے تمام دنیا کے مسلمان ان کی پیروی کر رہے ہیں، اس عرصے میں ہزار ہا علماء اسلام ان حضرات کے بیان کردہ ہر ہر مسئلے کو بار بار پرکھ چکے ہیں، اور اس پر مہر تصدیق لگا چکے ہیں۔ ان حضرات کو چھوڑنا اور آٹھویں یا بارہویں صدی کے کسی فرد کو اپنا مقتدا بنانا کہاں کی دانشمندی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ سوادِ اعظم کا ساتھ دو، بلکہ آپ نے یہ ارشاد کیا ہے:

”میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کرتے گی،“

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ، پرنسپل

گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ (سندھ - پاکستان)

۱۴ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

۱۳ جولائی ۱۹۸۴ء

لے زید ابوالحسن فاروقی؛ مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان؛ مطبوعہ دہلی ۱۹۸۲ء، ص ۷۶



یہ ”چرکِ شرک“ اور ”پیدی بدعت“ وہی ہے جس کے خلاف ابن عبدالوہاب نے تلوار اٹھائی اور ہزار ہا ہزار مسلمانوں کا خون بہایا۔
مولوی سید احمد نے اپنے متبعین کو نفسیاتی طور پر خوابات اور نبیارات کے ذریعہ متاثر فرمایا۔۔۔۔۔ اپنی مہم پر روانگی سے قبل اپنی ہمیشہ سے جو کچھ فرمایا وہ قابلِ توجہ ہے۔ آپ نے فرمایا:

”اے میری بہن! میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور یہ بات یاد رکھنا کہ جب تک ہند کا شرک، اور ایران کا رافضی، اور چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق میرے ہاتھ سے محو ہو کر ہر مردہ سنتِ زندہ نہ ہو جائے گی رب العزت مجھ کو نہیں اٹھائے گا۔ اگر قبل ظہوران واقعات کے کوئی شخص میری موت کی خبر تم کو دے اور تصدیق پر حلف بھی کرے کہ سید احمد میرے روبرو مر گیا یا مارا گیا تو تم اس کے قول پر ہرگز اعتبار نہ کرنا کیوں کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ واثق کیا ہے کہ ان چیزوں کو میرے ہاتھ پر پورا کر کے مارے گا۔“

جن امور کا سید صاحب نے ذکر فرمایا ہے ان میں سے کوئی پورا نہ ہوا اور سید صاحب تشریف لے گئے۔ اگر ان باتوں کو سچ مانا جائے تو قاری کے دل میں یہ سو نہ پیدا ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ حق جل مجدہ نے سچا وعدہ نہ فرمایا۔ یہ خیال الحاد کی طرف لے جا سکتا ہے، لامحالہ یہی کہا جائے گا کہ سید صاحب نے جو اشارہ پایا وہ من جانب اللہ نہ تھا۔۔۔۔۔ بعض حضرات نے سید صاحب کی شکست کی یہ تاویل فرمائی کہ (معاذ اللہ) ”شکست سنتِ انبیاء ہے، اگر یہ شکست ہوتی تو سنتِ انبیاء کیسے پوری ہوتی؟“۔۔۔۔۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب ”سیرت سید احمد شہید“ میں ایک جگہ

بالواسطہ طور پر ایسے گستاخانہ قول کو نقل فرمایا ہے۔

مندرجہ بالا حقائق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کی تحریک ایک نظریاتی تحریک تھی۔ جن عقائد و افکار کی سید صاحب اور مولوی اسماعیل نے تبلیغ کی ان کا خاصہ ہے کہ وہ جبر کے سہارے میں پھلتے پھولتے اور پھیلتے ہیں جس ماحول میں جبر نہ ہو، آزادی فکر ہو وہاں سمٹ جاتے ہیں۔ ایسے ماحول میں ان نظریات کے حاملین کی یہ کوشش رہتی ہے کہ تحریر و تقریر کے ذریعہ سیدھے سادھے اور پڑھے لکھے مسلمانوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کر کے ان کے دلوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین کی محبت سرد کر دیں، ان کو ان حضرات عالیہ کی جناب میں بے باک بنادیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ان نفوس قدسیہ سے محبت و اخلاص کا تعلق ایمان میں حرارت پیدا کرتا ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے اسی قسم کے افکار و عقائد کی اشاعت کے لئے پہلے تقویۃ الایمان تحریر فرمائی اور پھر تلوار اٹھائی۔ تقویۃ الایمان کے بارے میں محمد جعفر تمھانی سری کے یہ تاثرات قابل توجہ ہیں:-

”اس کی عبارت بڑی پر زور مثل ننگی تلوار کے ہے جس کی نورانی

شعاعوں سے مشرکوں اور گورپرستوں کے دل کباب ہوتے ہیں۔“

یہاں تمھانی سری نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں اور بزرگان دین کے چاہنے والوں کو ”مشرکوں اور گورپرستوں“ سے تعبیر کیا ہے کیونکہ انھیں کے دل ”تقویۃ الایمان“ کی ان بے باکانہ عبارات سے مضطرب ہوتے ہیں، جن کے نمونے نورونار میں پیش کئے گئے ہیں۔

ہمارے بعض مورخین نے تاریخ پر فرقہ واریت کا رنگ چڑھایا اور تاریخ کو کچھ کا کچھ بنا دیا۔ مورخین و محققین نے مولوی سید احمد بریلوی کے سلسلے میں ایسی متضاد باتیں لکھی ہیں جن کو پڑھ کر حیرت اور وحشت برہتی جاتی ہے، کلیات جامعہ کے نصاب اسی کے مطابق مدون ہوئے ہیں، بہت سی غلط باتیں لکھی گئیں

جو برابر پڑھائی جا رہی ہیں۔ — مؤرخین و محققین میں سب سے پہلے اس تلخ حقیقت کو مشہور مورخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے محسوس کیا اور ایک اجلاس میں برملا اعتراف کیا "اب تک جو تاریخ لکھی گئی ہے وہ سب یکطرفہ ہے؛ ان کی مراد پاک ہند کی اس تاریخ سے تھی جو مولوی سید احمد اور مولوی اسماعیل اور بعض دیگر علماء کے حوالے سے لکھی گئی ہے؛"

حقیقت یہ ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے عقائد و افکار کو صحیح مان لیا جا تو پاکستان و ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے مسلمانوں کی اکثریت کا وزو مشرک قرار پاتی ہے اور ان کے نزدیک جب القتل۔ اس لئے ان عقائد و افکار کو تسلیم کرنا کسی بھی دانا و بینا مسلمان کیلئے ممکن نہیں۔ عہد جدید کے عالم و عارف مولانا زید ابوالحسن فاروقی مجذبی نے کیا خوب فرمایا ہے:

"چاروں برحق اماموں کا زمانہ مشرکوں ثلاثہ رہا ہے، جس کی خیریت اور خوبی کی خبر سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت عطا کی۔ بارہ سو سال سے تمام دنیا کے مسلمان ان کی پیروی کر رہے ہیں، اس عرصے میں ہزار ہا علماء اسلام ان حضرات کے بیان کردہ ہر مسئلے کو بار بار پرکھ چکے ہیں، اور اس پر مہرِ تصدیق لگا چکے ہیں۔ ان حضرات کو چھوڑنا اور آٹھویں یا بارہویں صدی کے کسی فرد کو اپنا مقتدا بنانا کہاں کی دانشمندی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ سوا دِ اعظم کا ساتھ دو، بلکہ آپ نے یہ ارشاد کیا ہے:

"میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کرے گی"

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ، پرنسپل

گورنمنٹ ڈگری کالج بھٹھہ (سندھ، پاکستان)

۱۳ سوال المکرم ۱۳۰۴ھ

۱۳ جولائی ۱۹۸۴ء

لے زید ابوالحسن فاروقی؛ مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان؛ مطبوعہ دہلی ۱۹۸۴ء، ص ۶۶، ۶۷



